روزہ اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

《 اَلصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ، يَقُوْلُ الصِّيَامُ رَبِّ اِنِّيْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّرَابَ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِيْهِ وَيَقُوْلُ الْقُرْآنُ: رَبِّ مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِيْهِ فَيُشَفَّعَانِ 》 [مسند احمد: ۲/ ۱۷۴]

”روزہ اور قرآن دونوں بندے کی شفاعت کریں گے۔ روزہ کہے گا، اے میرے پروردگار میں نے اسے دن میں کھانے اور پینے سے روکے رکھا، اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ اور قرآن کہے گا، اے میرے رب! میں نے اسے رات کو سونے سے روکے رکھا۔ لہٰذا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں) ان دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔“

زبان کی حفاظت

مثل مشہور ہے کہ تلوار کا زخم مٹ سکتا ہے مگر زبان کا زخم نہیں مٹتا۔ یہی زبان ہے کہ مٹھاس اور محبت سے دشمن کو دوست بنا لیتی ہے اور یہی زبان ہے کہ تلخ بیانی اور سخت کلامی سے دوست کو دشمن بنا دیتی ہے قرآن اس حقیقت کو یوں بیان کرتا ہے:

﴿ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ط اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴾ [حم سجدہ: ٣٤]

''(اے نبی) نیکی اور بدی کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ آپ (بدی کا ایسی بات سے) دفاع کیجیے جو اچھی ہو (آپ دیکھیں گے کہ) جس شخص کی آپ کے ساتھ عداوت تھی وہ آپ کا گہرا دوست بن گیا ہے۔''

اسلام یہ چاہتا ہے کہ جب بحیثیت انسان ہونے کے اس کے سر پر اشرف المخلوقات کا تاج رکھا گیا ہے اور بحیثیت مسلمان ہونے کے وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بندہ ہے تو اسے یہی زیب دیتا ہے کہ وہ اپنے مولا و مالک کا حکم مانتے ہوئے لوگوں سے اچھی بات کرے، حکم ہوتا ہے۔

﴿ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا ﴾ [البقرہ: ٨٣] ''اور لوگوں سے بھلی کیا کرو۔''

لفظ ''حسن''، پر غور کیجیے، اس میں بڑی گہرائی ہے۔ نرم اور خندہ جبینی سے گفتگو پاکیزہ اور صاف کلام، مفید اور با مقصد بات، قول معروف اور کلامِ حق اس میں سب ہی باتیں آ جاتی ہیں۔

عقل مندوں کا قول ہے کہ پہلے تولو اور پھر بولو بغیر سوچے سمجھے گفتگو کرنے سے بہت سی باتیں ندامت و پشیمانی کا باعث ہو سکتی ہیں اس طرح معاشرتی زندگی میں انسان اپنے عزو وقار کو کھو سکتا ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ انسان کے عیب و ہنر کا معیار اس کی گفتگو ہے۔

تا مرد سخن نہ گفتہ باشد   عیب و ہنرش نہفتہ باشد

کہنے کو تو زبان دو جبڑوں کے درمیان گوشت کا چھوٹا سا لوتھڑا ہے مگر انسان چاہے تو اس سے مروّت و محبت کے پھول بھی کھل سکتے ہیں اور کسی کے دکھتے اور رستے زخموں پر مرہم بھی لگایا جا سکتا ہے اور اگر وہ چاہے تو اسی زبان سے فتنہ و فساد کے شرارے بھی بھڑکا سکتا ہے اور اسی سے افراد اور قوموں کو لڑایا بھی جا سکتا ہے۔ اسی لیے پیارے رسول ﷺ نے اس کی حفاظت پر بڑا زور دیا ہے۔ ایک دفعہ ایک صحابی نے پوچھا، یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو مجھ پر سب سے زیادہ کس چیز کا ڈر ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا، اس کا ڈر ہے۔ [ترمذی، بحوالہ سیرت النبی، ج:٦]

آنحضرت ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ((مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْ لِيَصْمُتْ))

''جو کوئی اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے یا تو خیر کی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔''

[متفق عليه، رياض الصالحين، باب تحريم الغيبه]   [اخذ و تلخیص ''الحکمہ''، ص:٥٥٩]

فہرست

روزے کی فضیلت

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾

[البقرۃ:۱۸۳]

''اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔''

ثواب کی نیت سے روزہ رکھنا

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ)) [البخاری:۳۸]

''جس نے ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔''

افطاری کی دعا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب روزہ افطار کرتے تو یہ دعا پڑھتے:

ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ ۔

''پیاس ختم ہوگئی، رگیں تر ہوگئیں اور روزے کا اجر ان شاءاللہ ثابت ہوگیا۔''

[ابوداود:۲۳۵۷]

ربنا تقبل منا

اداریہ ═══ حافظ احمد شاکر

ماہِ غفران کی آمد آمد ہے اس ماہِ مبارک کی نبی ﷺ خود بھی تیاری فرماتے اور اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھی رمضان المبارک کی اہمیت کا پورا پورا احساس دلاتے اور ان کو اس کا حق ادا کرنے کی ترغیب دیتے۔

⦿......اس مبارک ماہ کی یوں تو بہت سی فضیلتیں ہیں لیکن ہر عمل میں ستر سے لے کر سات سو گنا تک اضافہ بڑی نادر، اہم اور ایسی بابرکت فضیلت ہے جس پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کریں حق ادا نہیں ہوسکتا۔

⦿......اس ماہِ مبارک کے بارے میں آپ کا ارشاد "اوّله رحمة اوسطه مغفرة آخره عتق من النار" سال بھر میں انہی دنوں کی یہ فضیلت ہے جو مسلمانوں کے لیے بہت بڑی نوید ہے۔

⦿......اسی ماہ مقدس ہی کی یہ فضیلت ہے کہ جبریل امین علیہ السلام نبی ﷺ کے ساتھ قرآنِ کریم دہرانے کے لیے اس ماہِ مبارک میں روزانہ تشریف لاتے۔

⦿......قرآن کا نزول بھی اسی ماہ مقدس میں ہوا اور نزول کی مقدس رات جو ہزار راتوں سے افضل رات، لیلۃ القدر بھی اسی ماہ مبارک ہی میں ہے۔

⦿......قرآن کا معنی ہی اگرچہ زیادہ پڑھے جانے والا ہے لیکن جس کثرت سے اس کی تلاوت رمضان المبارک میں کی جاتی ہے کہ ہر مسجد میں بعد نماز عشاء تراویح کی صورت میں اور......عرب ممالک میں اکثر اور پاکستان میں بھی اب کہیں کہیں......سحری سے قبل قیام اللیل کے نام پر اپنی اپنی توفیق، ہمت، صلاحیت اور شوق وذوق کے ساتھ حفاظ وقراء قرآنِ کریم پڑھتے ہیں عام مسلمان اور نمازی اس کو بصد شوق وسکینت سنتے ہیں، سر دھنتے ہیں آخر شب کے انہی لمحات میں قراء کی تلاوت کے زمزموں سے گردوپیش کی فضائیں نورانی اور وجد آفریں ہوجاتی ہیں۔

⦿......مساجد کے علاوہ گھر میں ہر مسلمان اپنی اپنی طاقت کے مطابق اس کی تلاوت سے دل ودماغ کو منور کرتا ہے۔

⦿......آپ کے ارشاد کے مطابق یہی وہ ماہ غفران ہے جس میں گناہوں کی بخشش سے محروم رہنے والے کو آپ نے بدقسمت فرمایا۔

⦿......رمضان المبارک کا عمل روزہ وہ واحد عمل ہے جس کے بارے میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا کہ "الصوم لی وانا اجزی به"

⦿......روزہ......سے بھوک پیاس......کی وہ واحد بو ہے جس کو اللہ تعالیٰ کستوری سے زیادہ پسند فرماتا ہے۔

اسی روزہ ہی کی برکت کے باعث اللہ سبحانہ وتعالیٰ عید الفطر کے دن اپنے فرشتوں کو گواہ بنا کر عید کے لیے آنے والے روزہ داروں کی مغفرت کی بشارت دیتا ہے۔

⦿......اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا امت محمدیہ پر ایک احسان یہ بھی ہے کہ اس نے روزہ میں کمی کوتاہی کے ازالہ کے لیے صدقۃ الفطر کی سہولت عطا فرمائی کہ اس سے روزوں کی کمی کوتاہی بھی دور ہوجاتی ہے اور ضرورت مند اور مجبور عید کی خوشیوں میں باوقار طریقے سے شریک بھی ہوجاتے ہیں۔

آیئے ہم سب اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائیں کہ بارالٰہا ہم سب کو اس ماہ مبارک کی برکات سے نواز دے، ہمارے اعمال قبول فرما، ہمارے گناہوں کی بخشش فرما، صیام وقیام رمضان کی ایماناً واحتساباً توفیق عطا فرما تاکہ تو اپنے فضل سے ہماری زندگی کے سارے سابقہ گناہ فرمادے اس ماہ میں ہمیں ایسے اعمال کی توفیق عطا فرما جس سے قیامت کے دن ہمیں تیرے عرش کا سایہ نصیب ہوجائے، حوض کوثر سے جام ہماری قسمت میں کردے اور ہمیں اپنے دیدار کی نعمت عظمیٰ نصیب فرما۔ نیز دنیا میں صحت کی زندگی اور ایمان کی موت نصیب فرما۔ آمین آمین۔ الہ الحق آمین

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا انك انت التواب الرحيم۔

''بھائی چارہ'':

وطن خوش جمال کو نہ جانے کس کی نظر بد لگ گئی ہے یا کس سے ایسا عمل سرزد ہو چکا یا ہو رہا ہے جس سے اناروں کا رس ہی ختم ہو رہا ہے، یعنی ایک طویل عرصہ سے وطن عزیز بحرانوں میں گھرا ہوا بلکہ روز بہ روز گھر رہا ہے۔ کبھی بجلی کا بحران، کبھی پانی کا بحران، کبھی گندم کا بحران، کبھی ایندھن کا بحران، کبھی کپاس کا بحران، کبھی کھاد کا بحران اور آج کل چینی کا بحران اپنے سینگ نکال رہا ہے۔

معتوبِ سیاست داناں مرحوم ضیاء الحق نے اپنے ''عرصہ آمریت'' میں اجناس اور بنیادی ضروریات کو نہ مہنگا ہونے دیا اور نہ ہی ناپید۔ صنعت ایوبی آمریت میں مستحکم ہونا شروع ہوئی تھی اور تجارت ضیاء آمریت میں وسعت پذیر ہوئی اور انہی دنوں آمروں کی مذکورہ بالا کوششوں کے نتیجہ میں بے روزگاری کم رہی۔ لہٰذا نہ ڈکیتیاں ہوئیں، نہ اغوا برائے تاوان کا چلن عام ہوا نہ کسی بھی پرسینٹ پرسینٹ بدعنوانی کے حوصلے بڑھے اور نہ ہی خودکشیاں ہوئیں۔

حادثہ بہاولپور کے بعد پہلی جمہوری حکومت میں ملک بھر کی ملوں کی چینی جمع کر کے سٹاک کی گئی پھر اچانک نرخ -/11-/12 سے -/18-/20 تک چلے گئے۔ گویا کہ چینی بحران کا تحفہ ایک جمہوری حکومت نے حاصل کیا۔ گندم بحران کا اعزاز بھی ایک دوسری جمہوری حکومت کو حاصل ہوا جس نے -/240 روپے من سے -/350 روپے من کرتے ہوئے...... بصد احسان...... گندم یک دم 40% مہنگی کر دی۔ پھر انہی...... تاجر اور بھارت کو دشمن قرار دینے والوں ...... جمہوری حکام نے بھارت کے ساتھ چینی، لوہے اور سیمنٹ کی خوب تجارت کی پھر اس کے بعد اعتدال پسند حکومت کی حمائت کے معاوضہ میں بہت سے غریب عوام کے ہمدرد لیڈروں نے گندم کو پھیرے دے کر خوب ہاتھ رنگے اس کی قیمت سینکڑوں سے ہزار کو چھونے لگی غرضیکہ وطن عزیز میں مذکورہ بالا اشیاء سستی ہونے کی بجائے مہنگی ہی ہوتی گئیں۔ عوام کی جیبیں خالی ہوتی رہیں اور ان...... کاروباری ذہن کے حاکموں...... کی تجوریاں بھرتی رہیں۔

غضب خدا کا کہ وطن میں پیدا ہونے والی چینی -/55 -/57 کلو تک بک چکی ہے۔ حکومت کے ایک وزیر با تدبیر فرما رہے ہیں کہ درآمد کی جانے والی چینی -/70 سے کم نہیں پڑے گی جب کہ حقائق سامنے آنے پر یہ بات سامنے آئی کہ ٹریڈنگ کارپوریشن کو حکومت نے جس وقت چینی منگوانے کا کہا تھا اس وقت چینی کی عالمی قیمت اور اس وقت کی عالمی قیمت میں کم و بیش ایک سو پچاس اور دو سو ڈالر ٹن کا فرق پڑ چکا ہے جب کہ ڈالر اس وقت 60 روپے کا تھا اور اب 82 روپے کا ہے۔ لیکن ٹریڈنگ کارپوریشن نے ''پیاروں'' کی شہہ پا کر اس وقت تو نہ منگوائی اب مل اونروں اور سٹاکسٹوں کی تجوریاں جب بھر چکی ہیں تو اب اس کی پہنچ گراں ہونے کا عذر تراشا جا رہا ہے۔ من پسند آمر کی حمایت اور اس کے دفاع میں بولنے والے جو دانشور اور سیاستدان ضیاء آمریت کو بھی کٹہرے میں لانا چاہتے ہیں ضرور لائیں اور لانا بھی چاہیے لیکن کٹہرے میں 1978 سے لے کر اب تک کی ساری حکومتیں اور حکمران بھی لانے چاہئیں۔ تاکہ ہم جیسے کوتاہ عقل موازنہ کر سکیں کہ عوام کو جمہوریت فائدہ پہنچاتی ہے یا آمریت، یا عوام کے مفادات کو افراد یعنی حکمران پامال کرتے اور روندتے ہیں۔ اب بھی تحقیق کریں اور دیکھیں تو چینی ملیں نہ کسی مزدور کی ہیں، نہ مدرسے کے طالب علم کی، نہ مسجد کے امام کی اور نہ کسی منبر کے خطیب کی، سب ملوں کی بندر بانٹ حکمرانوں نے آپس میں کی ہوئی ہے۔ یہ حظ حکمرانی باری باری اٹھا رہے ہیں۔ ملیں بنا رہے ہیں، سرمائے بیرونِ وطن منتقل کر رہے ہیں کوئی آج حکمران ہے تو ''بھائی چارے'' سے دوسرا اپوزیشن لیڈر ہے جب اس کی باری ختم ہو جائے تو آپس کی سیٹیں تبدیل کر لیں گے لیکن اپنا مفاد نہ کوئی بھولتا ہے اور نہ کوئی چھوڑتا ہے۔ سیاسی لیڈروں کے...... باہم...... سارے مذاکرات کا ''نکتہ اتحاد'' یہی ہوتا ہے کہ نہ اپنا مفاد چھوڑو نہ دوسرے کا چھیڑو۔ آج بھی چینی بحران کی تحقیقات کی جائے تو کھرا سیاستدانوں تک پہنچ جائے گا کوئی حاکم ہے یا کوئی فرینڈلی اپوزیشن لیڈر۔ ان سب اہل سیاست کو عدالت عظمیٰ کٹہرے میں لے کر ان سے صرف یہ تحریر لے لینی چاہیے کہ یہ سب سیاستدان یا سیاست کریں گے یا تجارت۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو ہم کو بھول جانا چاہیے کہ ہمارے ہاں کا کوئی بھی سیاستدان ہمارا خیر خواہ ہے یا ہو سکتا ہے کہ ''اول خویش بعد درویش'' ابدی اصول اور انسان کی جبلت وفطرت ہے۔ **وما علینا الا البلاغ**

احکام و مسائل

رمضان المبارک ①

فضائل، فوائد و ثمرات، احکام و مسائل اور کرنے والے کام

حافظ صلاح الدین یوسف

روزوں کی فضیلت احادیث صحیحہ کی روشنی میں:

رمضان المبارک کا مہینہ بڑی فضیلت واہمیت کا حامل ہے اس کی فضیلت متعدد حیثیتوں سے ثابت ہے۔

①...... جیسے رمضان کے روزے رکھنا، اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے۔

②......اسی مہینے میں قرآن مجید کا نزول ہوا:

﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ ﴾ [البقرۃ۲: ۱۸۵]

جس کا ایک مطلب تو بعض علماء اور مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ سب سے پہلی وحی جو غار حراء میں بصورت ﴿ اقرأ ...... ﴾ جبریل امین لے کر آئے، وہ رمضان المبارک کا واقعہ ہے۔ اور دوسرا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآنِ مجید پورا کا پورا لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اتار دیا گیا، اور لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے۔

③......اسی ماہ مبارک میں لیلۃ القدر ہوتی ہے، جس کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ﴾ [القدر:۳]

''شب قدر، ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔''

ہزار مہینے کے ۸۳ سال ۴ مہینے بنتے ہیں عام طور پر انسانوں کی عمریں بھی اس سے کم ہوتی ہیں۔ لیکن اس امت پر اللہ تعالیٰ کی یہ کتنی مہربانی ہے کہ وہ سال میں ایک مرتبہ اسے لیلۃ القدر سے نواز دیتا ہے، جس میں وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے ۸۳ سال کی عبادت سے بھی زیادہ اجر و ثواب حاصل کر سکتا ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں کہ

" أَنَّهُ سَمِعَ مَنْ يَّثِقُ بِهِ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَقُوْلُ: إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ أُرِيَ أَعْمَارَ النَّاسِ قَبْلَهُ، أَوْ مَا شَاءَ اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ، فَكَأَنَّهُ تَقَاصَرَ أَعْمَارَ أُمَّتِهِ أَنْ لَّا يَبْلُغُوْا مِنَ الْعَمَلِ مِثْلَ الَّذِيْ بَلَغَ غَيْرُهُمْ فِيْ طُوْلِ الْعُمُرِ، فَأَعْطَاهُ اللّٰهُ لَيْلَةَ الْقَدْرِ، خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ۔"

[موطا إمام مالك، الاعتكاف، باب ما جاء فی ليلة القدر: ۱/ ۳۲۱، طبع مصر]

''انہوں نے بعض معتمد علماء سے یہ بات سنی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو آپ سے پہلے لوگوں کی عمریں دکھلائی گئیں، تو آپ کو ایسا محسوس ہوا کہ آپ کی امت کی عمریں ان سے کم ہیں اور اس وجہ سے وہ ان لوگوں سے عمل میں پیچھے رہ جائے گی، جن کو لمبی عمریں دی گئیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ازالہ اس طرح فرما دیا کہ امت محمدیہ کے لیے لیلۃ القدر عطا فرما دی۔''

④......اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیے ہیں اور روزہ رکھنا بھی نماز، زکوٰۃ اور حج وعمرہ کی طرح ایک نہایت اہم عبادت ہے اور روزے کی فضیلت متعدد احادیث سے ثابت ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں فرمایا:

" إِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَغُلِّقَتْ

أَبْوَابُ جَهَنَّمَ، وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ ـ" [صحيح البخاری، الصوم، ح: ۱۸۹۸، ۱۸۹۹ وصحیح مسلم، الصیام، ح: ۱۰۷۹]

''جب رمضان آتا ہے تو آسمان (اور ایک روایت میں ہے جنت) کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور (بڑے بڑے) شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔''

" اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ يَسْتَجِنُّ بِهَا الْعَبْدُ مِنَ النَّارِ ـ" [صحیح الجامع، ح: ۳۸٦۷]

''روزہ ایک ڈھال ہے جس کے ذریعے سے بندہ جہنم کی آگ سے بچتا ہے۔''

ایک دوسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

" اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ ـ" [صحیح الجامع، ح: ۳۸٦٦]

''روزہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے (بچاؤ کی) ڈھال ہے۔''

ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

" مَنْ صَامَ يَوْمًا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بَعَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا ـ" [صحیح البخاری، الجهاد والسیر، باب فضل الصوم فی سبیل الله، ح: ۲۸۴۰ وصحیح مسلم، الصیام، باب فضل الصیام فی سبیل الله ......، ح:۱۱۵۳]

''جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں ایک دن روزہ رکھا، تو اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو جہنم سے ستر سال (کی مسافت کے قریب) دور کردیتا ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" إِنَّ فِى الْجَنَّةِ بَابًا يُقَالُ لَهُ: الرَّيَّانُ، يَدْخُلُ مِنْهُ الصَّائِمُوْنَ، يَوْمَ الْقِيَامَةِ، لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، يُقَالُ: أَيْنَ الصَّائِمُوْنَ؟ فَيَقُوْمُوْنَ، لَا يَدْخُلُ مِنْهُ أَحَدٌ غَيْرُهُمْ، فَإِذَا دَخَلُوْا أُغْلِقَ، فَلَمْ يَدْخُلْ مِنْهُ أَحَدٌ ـ" [صحیح البخاری، الصوم، باب الریان للصائمین، ح: ۱۸۹٦ وکتاب بدء الخلق، ح: ۳۲۵۷ وصحیح مسلم، باب فضل الصیام، ح:۱۱۵۲]

''جنت (کے آٹھ دروازوں میں سے) ایک دروازے کا نام ''ریان'' ہے، جس سے قیامت کے دن صرف روزے دار داخل ہوں گے، ان کے علاوہ اس دروازے سے کوئی داخل نہیں ہوگا، کہا جائے گا، روزے دار کہاں ہیں؟ تو وہ کھڑے ہوجائیں گے اور (جنت میں داخل ہوں گے) ان کے علاوہ کوئی اس دروازے سے داخل نہیں ہوگا۔ جب وہ داخل ہوجائیں گے، تو وہ دروازہ بند کردیا جائے گا اور کوئی اس سے داخل نہیں ہوگا۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" اَلصِّيَامُ وَالْقُرْآنُ يَشْفَعَانِ لِلْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُوْلُ الصِّيَامُ: اَیْ رَبِّ إِنِّیْ مَنَعْتُهُ الطَّعَامَ وَالشَّهَوَاتِ بِالنَّهَارِ فَشَفِّعْنِیْ فِيْهِ، يَقُوْلُ الْقُرْآنُ، مَنَعْتُهُ النَّوْمَ بِاللَّيْلِ فَشَفِّعْنِیْ فِيْهِ، فَيُشَفَّعَانِ ـ" [صحیح الجامع، بحوالہ مسند أحمد، طبرانی کبیر، مستدرك حاکم وشعب الایمان، ح: ۳۸۸۲، ۲/ ۷۲۰]

''روزہ اور قرآن قیامت کے دن بندے کی سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا، اے میرے رب! میں نے اس بندے کو دن کے وقت کھانے (پینے) سے اور جنسی خواہش پوری کرنے سے روک دیا تھا، پس تو اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ قرآن کہے گا، میں نے اس کو رات کے وقت سونے سے روک دیا تھا، پس تو اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ چناں چہ ان دونوں کی سفارش قبول کی جائے گی۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" فِتْنَةُ الرَّجُلِ فِیْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَجَارِهِ، تُكَفِّرُهَا

الـصَّلَاۃُ وَالـصِّیَامُ وَالصَّدَقَۃُ ۔" [صحیح البخاری، الصوم، باب الصوم کفارۃ، ح: ۱۸۹۵ وصحیح مسلم، الإیمان، باب رفع الأمانة والإیمان من بعض القلوب ...... الخ، ح: ۱٤٤]

''آدمی کی آزمائش ہوتی ہے اس کے بال بچوں کے بارے میں، اس کے مال میں اوراس کے پڑوسی کے سلسلے میں۔ان آزمائشوں کا کفارہ نماز، روزہ اورصدقہ ہیں۔''

آزمائش کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ مذکورہ چیزوں کے ذریعے سے انسانوں کو آزماتا اوران کا امتحان لیتا ہے۔اولاد کی آزمائش یہ ہے کہ انسان ان کی فرط محبت کی وجہ سے غلط رویہ، یا بخل یا خیر سے اجتناب تو اختیار نہیں کرتا، یا ان کی تعلیم وتربیت میں کوتاہی تو نہیں کرتا؟ مال کی آزمائش یہ ہے کہ انسان اس کے کمانے میں ناجائز طریقہ تو اختیار نہیں کرتا، اسی طرح اسے خرچ کرنے میں اسراف سے یا بخل سے تو کام نہیں لیتا؟ پڑوسی کی آزمائش یہ ہے کہ انسان اس کے آرام وراحت کا خیال رکھتا ہے یا نہیں؟ اس کے دکھ درد میں اس کا معاون اور دست وبازو بنتا ہے یا نہیں؟

ان ذمے داریوں کی ادائیگی میں جوکوتاہیاں انسان سے ہوجاتی ہیں۔نماز، روزہ اور صدقہ وخیرات ان کا کفارہ بن جاتے ہیں اور کوتاہیوں کا ازالہ ہوجاتا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ط﴾ [ھود:۱۱٤]

''نیکیاں برائیوں کودور کردیتی ہیں۔''

اس حدیث وآیت سے معلوم ہوا کہ ایک مسلمان کونماز، روزہ اور صدقہ وخیرات اور دیگر نیکیوں کا اہتمام کرتے رہنا چاہیے، تاکہ یہ نیکیاں اس کی کوتاہیوں اور گناہوں کا کفارہ بنتی رہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

" لِـلـصَّـائِـمِ فَـرْحَتَانِ یَفْرَحُهُمَا، إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ وَإِذَا لَـقِـیَ رَبَّهٗ فَرِحَ بِصَوْمِهٖ ۔" [صحیح البخاری، الصوم، بـاب هـل یـقـول إنی صائم إذا شتم، ح: ۱۹۰٤ وصحیح مسلم، الصیام، باب فضل الصیام، ح: ۱۱۵۱]

''روزے دار کے لیے دوخوشیاں ہیں جن سے وہ خوش ہوتا ہے۔ایک جب وہ روزہ کھولتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور (دوسری خوشی) جب وہ اپنے رب سے ملے گا تو اپنے روزے سے خوش ہوگا۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" وَالَّـذِیْ نَـفْـسُ مُـحَـمَّـدٍ بِیَدِهٖ! لَخَلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ أَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِیْحِ الْمِسْكِ ۔" [صحیح البخاری، الـصـوم، بـاب هـل یقول: إنی صائم اذا شتم، ح: ۱۹۰٤ وصحیح مسلم، الصیام، باب فضل الصیام، ح: ۱۱۵۱]

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، روزے دار کے منہ کی بدلی ہوئی بو اللہ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔''

خُلْفَه یا خَلُوف، اس بو کو کہتے ہیں جو معدے کے خالی ہونے پر روزے دار کے منہ سے نکلتی ہے۔ یہ بو عام حالات سے مختلف اور بدلی ہوئی ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے حدیث قدسی بیان فرمائی، جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

" اَلصِّیَامُ لِیْ وَأَنَا أَجْزِیْ بِهٖ ۔" [صحیح البخاری، باب فـضـل الـصـوم، ح:۱۸۹٤ وصـحـیـح مسلم، بـاب ورقم مذکور]

''روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزادوں گا۔''

یعنی دیگر نیکیوں کے لیے تو اللہ تعالیٰ نے یہ ضابطہ بیان فرمایا ہے کہ

﴿اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا﴾ [حوالہ ہائے مذکور]

نیکی کا صلہ کم ازکم دس گنا اور زیادہ سے زیادہ سات سوگنا تک ملے گا۔لیکن روزے کو اللہ تعالیٰ نے اس عام ضابطے اور کلیے سے مستثنیٰ فرمادیا اور یہ فرمایا کہ قیامت والے دن اس کی وہ ایسی خصوصی جزاء عطا فرمائے گا، جس کا علم صرف اسی کو ہے اور وہ عام ضابطوں سے ہٹ کر خصوصی

نوعیت کی ہوگی۔

یہ تمام احادیث، جو بیان ہوئیں، روزوں کی فضیلت میں عام ہیں۔یعنی ہر قسم کے روزے ان کے ضمن میں آ جاتے ہیں، چاہے وہ رمضان کے فرضی روزے ہوں یا رمضان کے علاوہ دیگر نفلی روزے۔ مذکورہ فضیلتیں ہر قسم کے روزے دار کے لیے ہیں۔اسی لیے اللہ تعالیٰ کے خاص بندے صرف رمضان ہی کے فرضی روزے نہیں رکھتے، بلکہ وہ نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں ہر وقت نفلی روزوں کا بھی اہتمام کرتے ہیں، جیسا کہ نبی ﷺ کا معمول مبارک تھا۔آپ کا معمول تھا کہ آپ ہر سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھتے۔ہر مہینے کے ایام بیض (۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ) کا روزہ رکھتے، ماہ شعبان کے ایام اکثر روزوں کے ساتھ گزارتے، علاوہ ازیں جب کبھی گھر میں کچھ کھانے کو نہ ہوتا، تو اس دن بھی آپ روزہ رکھ لیتے، عاشورے (۱۰ محرم) کے دن روزہ رکھتے، بلکہ زندگی کے آخری سال آپ نے فرمایا کہ میں آئندہ سال زندہ رہا تو نویں محرم کا روزہ بھی رکھوں گا، تاکہ محض دسویں محرم کا روزہ رکھنے سے یہودیوں سے مشابہت نہ ہو۔اس طرح نبی کریم ﷺ رمضان کے علاوہ وقتاً فوقتاً نفلی روزوں کا اہتمام فرماتے رہتے تھے۔حتی کہ بعض دفعہ صوم وصال بھی رکھ لیتے، یعنی بغیر کچھ کھائے پیے مسلسل روزے رکھتے۔جس سے آپ نے اپنی امت کو منع فرمایا۔

رمضان کے روزوں کی خصوصی فضیلت:

رسول اللہ ﷺ کا اور آپ کے اتباع میں صالحین واتقیاء کا کثرت سے نفلی روزے رکھنے کا یہ معمول اور عادت مبارکہ اسی لیے تھی کہ وہ روزوں کی وہ فضیلتیں حاصل کرنے کا شوق اور جذبہ رکھتے تھے جو پچھلے صفحات میں گزریں۔جب نفلی روزوں کی فضیلتیں ہیں، تو رمضان کے روزوں کا جو اجر وصلہ ملنا ہے، اس کا تو اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا، جو کہ فرض ہیں۔اسی لیے نبی اکرم ﷺ نے رمضان کے روزوں کی بابت فرمایا:

"مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ـ" [صحيح البخاري، الصوم، باب من صام رمضان إيمانا واحتسابا ونية، ح: ١٩٠١ وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الترغيب في قيام رمضان وهو التراويح، ح: ٧٦٠]

''جس نے رمضان کے روزے رکھے، ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (یعنی دکھلاوے اور ریاکاری کے لیے نہیں) تو اس کے گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔''

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ، وَرَمَضَانُ إِلَى رَمَضَانَ مُكَفِّرَاتُ مَا بَيْنَهُنَّ، إِذَا اجْتَنَبَ الْكَبَائِرَ ـ" [صحيح مسلم، الطهارة، باب الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة...... الخ، ح: ٢٣٣]

''پانچوں نمازیں، جمعہ دوسرے جمعے تک اور رمضان دوسرے رمضان تک، ان گناہوں کا کفارہ ہیں جو ان کے درمیان ہوں، بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔''

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ، كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ ـ" [صحيح مسلم، باب استحباب صوم ستة أيام من شوال ...... الخ، ح: ١١٦٣]

''جس نے رمضان کے (فرضی) روزے رکھے اور اس کے بعد شوال میں چھ (نفلی) روزے رکھے، وہ شخص ایسا ہے جیسے وہ ہمیشہ روزے رکھنے والا ہے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان کے روزے اَلْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا کے تحت ۳۰۰ اور چھ روزے ساٹھ روزوں کے برابر شمار ہوں گے اور قمری سال کے تین سو ساٹھ (۳۶۰) دن ہی ہوتے ہیں۔یوں گویا ایک مسلمان صائم الدہر (ہمیشہ روزہ رکھنے والا) شمار ہوگا۔اس اعتبار سے شوال کے یہ چھ روزے، جن کو شش عیدی کہا جاتا ہے، نفلی ہونے کے باوجود نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔ہر مسلمان کو رمضان المبارک کے

روزوں کے ساتھ یہ چھ روزے بھی رکھ لینے چاہئیں، تاکہ وہ عنداللہ صائم الدھر شمار ہو۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

" إِذَا كَانَ أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ صُفِّدَتِ الشَّيَاطِينُ وَمَرَدَةُ الْجِنِّ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ النَّارِ فَلَمْ يُفْتَحْ مِنْهَا بَابٌ وَفُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ فَلَمْ يُغْلَقْ مِنْهَا بَابٌ، وَيُنَادِيْ مُنَادٍ: يَا بَاغِيَ الْخَيْرِ! أَقْبِلْ، وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ! أَقْصِرْ، وَلِلّٰهِ عُتَقَاءُ مِنَ النَّارِ وَذٰلِكَ كُلَّ لَيْلَةٍ۔" [جامع الترمذی، الصوم، باب ما جاء فی فضل شهر رمضان، ح:٦٨٢ وسنن ابن ماجه، الصيام، باب ما جاء فی فضل شهر رمضان، ح: ١٦٤٢ وقال الترمذی، هذا حديث غريب، وقال الألبانی وهو كما قال، وله شاهد فی المسند يتقوى به وهو الذی بعده، مشكوة للألبانی: ١٠/ ٦١١]

''جب ماہِ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیاطین اور سرکش جنوں کو جکڑ دیا جاتا ہے، جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں، ان میں سے کوئی دروازہ کھلا نہیں رہنے دیا جاتا۔ اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، اوران میں سے کوئی دروازہ بند نہیں رہنے دیا جاتا۔ اور ایک پکارنے والا پکار کر کہتا ہے۔ اے نیکیوں کے طالب! خوب پیش قدمی کر! اوراے برائیوں کے طالب! باز آجا۔ اور اللہ کے لیے جہنم سے آزاد کردہ لوگ ہوتے ہیں اور ہر رات کو ایسا ہوتا ہے (یعنی رمضان کی ہر رات کو اللہ جہنم سے لوگوں کو آزاد فرماتا ہے۔)''

اس روایت میں کچھ ضعف ہے، بقول البانی جو درج ذیل حدیث سے دور ہو جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" أَتَاكُمْ رَمَضَانُ، شَهْرٌ مُّبَارَكٌ، فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ صِيَامَهُ، تُفْتَحُ فِيْهِ أَبْوَابُ السَّمَاءِ، وَتُغْلَقُ فِيْهِ أَبْوَابُ الْجَحِيْمِ وَتُغَلُّ فِيْهِ مَرَدَةُ الشَّيَاطِيْنِ، لِلّٰهِ فِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَ خَيْرَهَا فَقَدْ حُرِمَ۔" [رواه أحمد والنسائی وقال الألبانی وهو حديث جيد لشواهده، مشكوة: ١/ ٦١٢]

''تمہارے پاس رمضان آیا ہے، یہ برکتوں والا مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کیے ہیں، اس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اس میں ایک رات ہوتی ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے، جو اس کی بھلائی سے محروم رہا، وہ بڑا ہی حرماں نصیب ہے۔''

ایک اور روایت میں ہے، رمضان کے شروع ہونے پر رسول اللہ نے فرمایا:

" إِنَّ هٰذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَكُمْ، وَفِيْهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ، مَنْ حُرِمَهَا فَقَدْ حُرِمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ وَلَا يُحْرَمُ خَيْرَهَا إِلَّا مَحْرُوْمٌ۔" [رواه ابن ماجه، الصيام، باب ما جاء فی فضل شهر رمضان، ح: ١٦٤٤ وقال الألبانی، إسناده حسن، حواله مذكور]

''یہ ماہِ مبارک تمہارے پاس آگیا ہے، اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینے سے بہتر ہے، جو اس سے محروم رہا، وہ ہر طرح کی خیر سے محروم رہا اور اس کی خیر سے بالکل محروم القسمت شخص ہی محروم رہتا ہے۔''

ان احادیث سے واضح ہے کہ رمضان کا مہینہ نہایت عظمت وسعادت کا مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ اس کی خصوصی عظمت کی وجہ سے اس ماہِ مبارک میں وہ وہ اقدامات فرماتا ہے جو مذکورہ حدیثوں میں بیان ہوئے۔ جن سے اس مہینے کی خصوصی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

[جاری ہے]



احکام و مسائل

رمضان کے روزوں کا آغاز

مولانا محمد امین اثری

ہلال رمضان کی رویت......روزوں کا آغاز:

قرآنِ کریم کی آیات سے یہ بات تو واضح طور پر معلوم ہو چکی کہ رمضان کے پورے مہینے کے روزے فرض ہیں۔ اب عملی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رمضان کی ابتداء اور انتہاء کا تعین کس حساب سے ہوگا؟ کیوں کہ مہینوں کے دنوں کی تعداد اور ان کی ابتداء وانتہاء کے بارے میں دنیا کے اندر ایک سے زیادہ طریقے رائج ہیں۔ شریعت اسلام نے اپنے احکام کے سلسلے میں مہینوں کی ابتداء وانتہاء نیا چاند نکلنے سے متعین فرمائی ہے۔ چناں چہ ماہِ رمضان کے روزوں کے بارے میں بھی اس کی یہی ہدایت ہے کہ رمضان کا چاند جب نظر آ جائے تو روزے شروع کر دو اور جب شوال کا چاند دکھائی دے جائے تو روزے ختم کر دو۔ آنحضرت ﷺ کا صاف ارشاد ہے کہ

"صُوْمُوْا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوْا لِرُؤْيَتِهٖ۔" [بخاری ومسلم، باب رویت ھلال]

''رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور شوال کا چاند دیکھ کر ختم کردو۔''

چاند سے حساب کی حکمت:

اسلامی احکام کا تعلق چاند کے مہینوں سے اور اس کے طلوع ہونے سے رکھنے میں بڑی عظیم مصلحت اور حکمت ہے۔ اسلام چوں کہ ایک عالم گیر مذہب ہے اس لیے اسے اپنے احکام میں اس بات کا خیال رکھنا ضروری تھا کہ کم علم وعقل والا انسان بھی احکام کے مفہوم کو وضاحت سے سمجھ جائے اور کسی الجھاوے میں نہ پھنس کر رہ جائے۔ ایک شہری اور ایک دیہاتی، ایک پڑھا لکھا اور ایک ان پڑھ دونوں برابر کی آسانی اور سہولت کے ساتھ شریعت کی پابندی کر سکیں۔ چاند سے تاریخوں کا پتہ چلانا بہت آسان ہے۔ نہ اس میں نجوم وریاضی کے جاننے کی ضرورت ہے نہ حساب وکتاب کی حاجت، اس کا جاننا جتنا ایک تعلیم یافتہ آدمی کے لیے آسان ہے اتنا ہی ایک بے پڑھے لکھے سیدھے سادھے انسان کے لیے بھی آسان ہے۔ اس میں نہ کلینڈر کی ضرورت نہ ڈائری کی، آدمی بستی میں ہو یا جنگل میں، خشکی میں ہو یا سمندر میں ہر جگہ بڑی سہولت سے مہینوں اور تاریخوں کا پتا چلا سکتا ہے۔ بخلاف اور طریقوں کے جن میں اس طرح کی عام وہمہ گیر آسانی ہرگز نہیں پائی جاتی۔ اس لیے اسلام نے سال وماہ کے حساب کے لیے اسی سادہ اور فطری طریقے کو اختیار فرمایا ہے۔

چاند دیکھنے کی شہادت:

اگر مطلع صاف نہ ہو تو رمضان کا چاند دیکھنے کے لیے ایک ثقہ معتبر مسلمان کی گواہی کافی ہے۔ اگر اس نے گواہی دی کہ میں نے چاند دیکھ لیا تو اس کی گواہی کا اعتبار کیا جائے گا اور سب مسلمانوں کو روزہ رکھنا ہوگا۔ حدیث میں ہے:

(۱) عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ اِنِّیْ رَأَیْتُ الْهِلَالَ یعنی هِلَالَ رَمَضَانَ فَقَالَ اَتَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قَالَ نَعَمْ، قَالَ اَتَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ قَالَ نَعَمْ، فَقَالَ یَا بِلَالُ اَذِّنْ فِی النَّاسِ اَنْ یَّصُوْمُوْا غَدًا۔ [ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجه]

''ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے آپ ﷺ کے سامنے آ کر شہادت دی کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھ لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تو خدا کی وحدانیت اور میری

رسالت کا اقرار کرتا ہے؟ اس نے کہا ہاں، آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ کل کے روزے کا اعلان کردیں۔''

(۲) عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ تَرَائَ النَّاسُ الْهِلَالَ فَاَخْبَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنِّیْ رَاَیْتُهٗ فَصَامَ وَاَمَرَ النَّاسَ بِصِیَامِهٖ ۔ [ابوداؤد، دار قطنی، ابن حبان]

''ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ چاند دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے جن میں سے میں بھی تھا۔ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے چاند دیکھ لیا، اس پر آپ ﷺ نے خود روزہ رکھا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔''

علامہ شوکانی رحمہ اللہ ان دونوں حدیثوں کے متعلق فرماتے ہیں:

وَالْحَدِیْثَانِ یَدُلَّانِ عَلٰی اَنَّهَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ الْوَاحِدِ فِیْ دَخُوْلِ رَمَضَانَ ۔ [نیل الاوطار]

''یہ دونوں حدیثیں اس بات کی دلیل ہیں کہ رمضان کے شروع ہوجانے کے بارے میں ایک آدمی کی شہادت بھی (کافی ہے اور) قبول کرلی جائے گی۔''

البتہ عید اور بقرعید کے لیے دو پرہیزگار سچے مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے۔ جب دو معتبر آدمی گواہی دیں کہ ہم نے انتیس رمضان کا چاند دیکھ لیا ہے تو ان کی شہادت کا اعتبار کر کے سمجھا جائے گا کہ رمضان کا مہینہ ختم ہوگیا۔

امام ابوثور رحمہ اللہ کے علاوہ تمام علماء اس بارہ میں متفق ہیں جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے وضاحت فرمائی ہے۔

لَا تَجُوْزُ شَهَادَةُ عَدْلٍ وَاحِدٍ عَلٰی هِلَالِ شَوَّالٍ عِنْدَ جَمِیْعِ الْعُلَمَاءِ اِلَّا اَبَا ثَوْرٍ ۔

''عید کے چاند کے لیے ایک ثقہ آدمی کی گواہی جائز نہیں ہے تمام علماء کے نزدیک ابوثور رحمہ اللہ کے سوا۔''

جمہور علماء کے قول کی دلیل یہ حدیث ہے:

عَنْ رَّجُلٍ مِنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ اِخْتَلَفَ النَّاسُ فِیْ اٰخِرِ یَوْمٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ فَقَدِمَ اَعْرَابِیَّانِ فَشَهِدَا عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ بِاللّٰهِ لَاَهَلَّا الْهِلَالَ اَمْسِ عَشِیَّةً فَاَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلنَّاسَ اَنْ یُّفْطِرُوْا وَزَادَ فِیْ رِوَایَةٍ وَاَنْ یَّغْدُوْا اِلَی الْمُصَلّٰی ۔ [مسند احمد وابوداؤد]

''ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رمضان کے آخری دن کے بارے میں اختلاف ہوگیا۔ دو دیہاتی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ کے سامنے حلفیہ شہادت دی کہ ہم نے کل شام کو شوال کا چاند دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ روزہ توڑ دو۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ عید کی نماز کے لیے عیدگاہ چلو۔''

مشکوک دن میں روزہ رکھنا:

شعبان کی انتیس تاریخ کی شام کو غبار یا بادل کی وجہ سے مطلع صاف نہ ہو اور چاند دکھائی نہ دے، نیز کسی دوسرے مقام سے چاند دیکھنے کی معتبر اطلاع بھی نہ آئے تو رات شعبان کی ہوگی اور اس سے اگلا دن شعبان کا سمجھا جائے گا اور اس دن روزہ رکھنا جائز نہیں ہوگا۔ آپ ﷺ کا واضح ارشاد ہے:

فَاِنْ غُمَّ عَلَیْکُمْ فَاَکْمِلُوْا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلٰثِیْنَ ۔ [صحیحین]

''اگر ابر کیا جائے تم پر پوری کرو گنتی شعبان کی تیس دن۔''

پس غبار یا ابر کی وجہ سے چاند دیکھنے کی صورت میں یہ خیال کر کے روزہ رکھنا کہ اگر کہیں سے چاند کی خبر آگئی تو روزہ رمضان کا ہوجائے گا۔ ورنہ نفل ہوگا غلط ہے۔

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ صحابی فرماتے ہیں کہ ''جس نے شک کے دن میں روزہ رکھا اس نے آنحضرت ﷺ کی نافرمانی کی۔''

[ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ]

غرض شعبان کی آخری تاریخ مشکوک ہو تو اس میں روزہ نہ رکھا

جائے ،اوراس کورمضان میں شمار نہ کیا جائے۔چاند کو بڑا دیکھ کرشک نہیں کرنا چاہیے بلکہ جس روز دیکھا گیا ہے اسی دن کا سمجھنا چاہیے۔اسی طرح رمضان کے استقبال میں چاند دیکھنے سے پہلے ایک، دو روزے رکھنے ناجائز ہیں۔آنحضرت ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے ہاں اگر کچھ خاص دنوں میں نفلی روزے رکھنے کی عادت تھی اتفاقاً نہ رکھ سکا یا کسی شخص کی ہر ماہ کے آخری میں نفلی روزے رکھنے کی عادت ہو تو ایسی صورت میں اجازت ہے کہ وہ شعبان کی آخری تاریخوں میں روزے رکھ لے۔

اختلاف مطالع:

مطلع کا اختلاف ایک ایسی شاہد اور ثابت شدہ چیز ہے جس کا انکار صحیح نہیں ہے۔شیخ مرتضیٰ زبیدی لکھتے ہیں کہ

''مطالع مختلف ہوتے ہیں۔دوشہروں میں سے کسی ایک شہر کی رؤیت دوسرے شہروں کے لیے کبھی مستلزم ہوتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی، اس لیے کہ مشرقی شہروں میں رات غربی شہروں کے مقابلہ میں پہلے ہوجاتی ہے اور جب مطلع متحد ہو تو ان میں سے کسی ایک جگہ کی رؤیت دوسرے کے لیے مستلزم ہے اور جب مطلع مختلف ہو تو مشرق میں اگر رؤیت ہوگی تو مغرب میں بھی ہوگی۔لیکن اگر مغرب میں یہ رؤیت ہوئی تو مشرق میں یہ رؤیت ضروری نہیں ہے۔'' [شرح احیاء العلوم]

اختلاف مطالع سے متعلق تمام تفصیل محقق ابن حجر ؒ نے بھی علامہ سبکی اور اسنوی رحمہما اللہ سے اپنے فتاویٰ میں جمع کی ہے۔

زیلعی ؒ کا قول ہے کہ

''اکثر مشائخ مطالع کا اعتبار نہیں کرتے مگر زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اعتبار کیا جائے کیوں کہ ہر قوم اسی چیز کی مخاطب ہے جو ان کے نزدیک ہو۔اور چاند کی علیحدگی آفتاب کی شعاع سے ملکوں کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔'' [شرح کنزللزیلعی]

علامہ ابن عابدین تحریر فرماتے ہیں:

''شہروں اور ملکوں کے اختلاف سے چاند کے مطالع میں بھی فرق ہوتا ہے۔ایک شہر میں سورج نکل آتا ہے اور دوسرے شہر میں ابھی رات ہوتی ہے جس کو کتب ہیئت میں مدلل بیان کیا گیا ہے اور اس بات کا مشاہدہ بھی ہے۔''

[تنبیہ الغافل والوسنان علی احکام ہلال رمضان]

صاحب ''تجرید'' نے مطالع سے متعلق جو کچھ کہا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ مطالع میں بہت زیادہ اختلاف ہوتا ہے جس کی وجہ سے چاند کا حکم بھی مختلف ہے۔مفتی ابوسعود نے صاحب ''تجرید'' کی رائے کو ہی زیادہ صحیح بتایا ہے۔اس لیے کہ ''چاند کا آفتاب کی شعاعوں سے الگ ہونا ملکوں اور علاقوں کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے جیسے کہ اوقات کے شروع ہونے میں فرق ہوتا ہے اور یہ علم الافلاک اور ہیئت سے ثابت ہے۔''

[شرح مراقی الفلاح]

زیلعی ؒ مطالع کے متعلق مزید فرماتے ہیں:

''مطالع کے اختلاف کا اعتبار ان شہروں کے درمیان نہ ہوگا جو باہم قریب ہوں۔جو شہر ایک دوسرے سے دور واقع ہوں ان کے لیے یہ حکم نہیں ہے۔اور یہی بات تجرید قدوری میں ہے اور اسی کے قائل جرجانی بھی ہیں۔''

مولانا عبیداللہ رحمانی صاحب فرماتے ہیں:

''زیلعی کا قول تسلیم کرنا ضروری ہے ورنہ عید کا ستائیس، اٹھائیس، یا اکتیس اور بتیس دن ہونا لازم آئے گا۔اس لیے کہ قسطنطنیہ میں چاند ہم (ہندوستان) سے دو دن پہلے دکھائی دیتا ہے۔پس جب ہم نے اپنے چاند کی رؤیت کے اعتبار سے روزہ رکھا اور پھر ہمیں قسطنطنیہ کے رؤیت کی خبر پہنچی تو عید کی تقدیم یا تاخیر لازم آئے گی۔قسطنطنیہ کے کسی آدمی نے روزہ رکھا اور وہ ہمارے پاس آیا تو عید سے قبل پہنچے گا۔''

[مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح]

تاج تبریزی نے اس بات پر تنبیہ کی ہے کہ اختلاف مطالع چوبیس فرسخ سے کم پر ممکن نہیں ہے۔لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ اس فن کا کوئی معتمد علیہ ماہر ایک ایسا نقشہ تیار کردے جس سے معلوم ہوسکے کہ کس مقام سے کس مقام تک مطلع کا اختلاف ہے اور کہاں کہاں نہیں

ہے، جس طرح کہ طلوع وغروبِ آفتاب اور نمازوں کے اوقات کا چارٹ بنالیا گیا ہے۔

رؤیت ہلال کی بیرونی خبر کا حکم:

اگر کسی بستی میں رمضان یا شوال کا چاند دیکھا گیا ہو تو دوسری بستی یا دوسرے علاقے اور دوسرے ملک والے روزہ یا افطار میں ان کی شہادت پر عمل کریں یا نہ کریں، اس بارے میں علمائے امت کے مختلف اقوال ہیں جن کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''فتح الباری'' میں اور علامہ شوکانی رحمہ اللہ نے ''نیل الاوطار'' میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اس سلسلے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک مشہور حدیث وارد ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

''حضرت کریب (تابعی) کہتے ہیں کہ ام فضل بنت حارث نے مجھے شام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ضرورت سے بھیجا۔ میں شام پہنچا اور جس ضرورت سے میں وہاں گیا تھا، اسے پورا کیا اور شام میں قیام کے دوران ہی چاند نظر آیا۔ جمعہ کی رات میں نے چاند دیکھا پھر رمضان کے آخری دنوں میں واپس پہنچا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے گفتگو ہوئی۔ اثنائے گفتگو میں چاند کا ذکر آیا...... انہوں نے سوال کیا کہ تم لوگوں نے کب چاند دیکھا؟...... میں نے عرض کیا کہ ہم نے چاند جمعہ کی رات کو دیکھا، انہوں نے پھر سوال کیا، کیا تم نے چاند دیکھا؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں میں نے دیکھا اور لوگوں نے بھی دیکھا اور سب لوگوں نے روزہ رکھا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی رکھا۔ فرمایا: ہم نے تو سنیچر کی رات میں دیکھا ہم تیس روزے پورے کریں گے یا یہ کہ چاند نظر آ جائے میں نے سوال کیا، کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا چاند دیکھنا اور ان کا روزہ رکھنا کافی نہیں ہے؟ فرمایا کہ نہیں، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔'' [بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی]

یہ حدیث اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ ہر شہر کی رویت انہی کے لیے ہے۔ چناں چہ امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی شرح مسلم شریف میں حضرت کریب کی اس حدیث کی روشنی میں اس طرح باب باندھا ہے۔

بَابُ بِيَانِ اَنَّ لِكُلِّ بَلَدٍ رُؤْيَتِهِمْ وَاَنَّهُمْ اِذَا رَأَوُا الْهِلَالَ بِبَلَدٍ لَا يَثْبُتُ حُكْمُهٗ لِمَا بَعُدَ عَنْهُمْ ۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی ''سنن'' میں اس طرح باب باندھا ہے۔

بَابُ اِذَا رُأَىَ الْهِلَالُ فِیْ بَلَدٍ قَبْلَ الْاٰخِرِيْنَ بِلَيْلَةٍ ۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی ''جامع'' میں اس طرح باب باندھا ہے۔

بَابُ مَا جَاءَ لِكُلِّ اَهْلِ بَلَدٍ رُؤْيَتَهُمْ ۔

اور امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں ان الفاظ میں باب باندھا ہے۔

وَفِی الْقَوْمِ يَرَوْنَ الْهِلَالَ وَلَا يَرَاهُ الْاٰخَرُوْنَ ۔

یعنی ''قوم کے کچھ لوگ چاند دیکھیں اور کچھ لوگ چاند نہ دیکھیں تو کیا حکم ہے؟''

ایک حدیث جسے ابن ادریس نے عبداللہ بن سعید سے روایت کیا ہے کہ ''مدینہ میں لوگوں نے رویت ہلال کا ذکر کیا اور کہا کہ اہل استارہ نے چاند دیکھا ہے تو سالم اور قاسم نے کہامَا لَنَا وَلِاَهْلِ اسْتَارَه ''یہ رویت اہل استارہ کے لیے ہے۔ ہمیں اس سے کوئی مطلب نہیں۔''

شیخ علی ابن عبدالکافی سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

''کسی ایک شہر کی رویت کی بنیاد پر دوسرے تمام شہروں کے لیے اسے لازم قرار دینا بہت کمزور بات ہے اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور تمام خلفائے راشدین میں سے کسی سے یہ منقول نہیں ہے کہ اپنے یہاں چاند دیکھنے کے بعد وہ تمام شہروں کو اس کی تعمیل کا حکم دیتے رہے ہوں۔ اگر یہ چیز ضروری ہوتی تو یہ حضرات ضرور اس کا اہتمام کرتے۔'' الخ

[العلم المنشور فی اثبات الشهور]

علامہ ابن منذر رحمہ اللہ نے عکرمہ، قاسم، سالم، ابن مبارک اور اسحٰق بن راہویہ سے نقل کیا ہے کہ دوسرے شہر والوں کی رویت پر عمل نہیں ہوگا۔ اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی یہی رائے اہل علم کی نقل کی ہے۔ اس

کے علاوہ کسی دوسری رائے کا ذکر ہی نہیں کیا ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''لوگوں کا اس باب میں اختلاف ہے کہ جب کسی خبر دینے والے نے کسی شہر کی رویت کی خبر دی تو وہ دو حال سے خالی نہیں، یا تو وہ خبر قریبی شہر کی ہوگی یا دور کے شہر کی۔ اگر قریب کی ہے تو دونوں شہروں کا ایک ہی حکم ہے، اور اگر دور کی ہے تو ہر شہر کی رویت انہی کے لیے ہے۔ یہ روایت عکرمہ رضی اللہ عنہ، قاسم اور سالم سے ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ واسحاق بھی اس کے قائل ہیں۔ اور اسی کی طرف اشارہ کرنے کے لیے امام بخاری نے ''لِاَھْلِ کُلِّ بَلَدٍ رُؤْیَتُھُمْ'' کا باب منعقد کیا ہے۔ [تفسیر قرطبی]

شوافع حضرات میں امام الحرمین رحمہ اللہ، امام غزالی اور امام بغوی بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ ہر شہر والوں کے لیے خود انہیں کی رویت معتبر ہوگی۔ فقہ شافعی کی فروع کی کتاب ''قناع'' کے حاشیہ میں بھی یہی لکھا ہے اور رافعی نے بھی اسی بات کو صحیح بتایا ہے۔ [شرح صغیر و محرر]

شارح ترمذی مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جن شہروں کے مطالع میں اختلاف نہیں ہے ان میں سے ایک کی رویت دوسرے کے لیے لازماً تسلیم کی جائے گی ایک روایت میں یہی قول امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔''

مولانا عبیداللہ رحمانی فرماتے ہیں:

''حنفیہ، مالکیہ اور عام شافعیہ کے محققین نے کہا ہے کہ دو شہروں میں اگر ایسی قریبی مسافت ہے جس سے مطالع مختلف نہیں ہوتے مثلاً، بغداد اور بصرہ تو ان دونوں شہروں کے رہنے والوں پر ان میں سے کسی ایک کی رویت پر روزہ رکھنا لازم ہوگا، اور اگر ان دونوں شہروں میں اتنی دوری ہے جیسے عراق اور حجاز تو ہر ان شہر والوں پر اپنے اپنے شہروں کی رویت پر عمل کرنا ہوگا۔'' [مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح]

''مختارات نوازل'' میں ہے کہ

''اہل شہر نے چاند دیکھ کر انتیس دن روزہ رکھا اور دوسرے شہر والوں نے چاند دیکھ کر تیس دن روزہ رکھا تو اگر مطالع کا اختلاف نہیں ہے۔ تو پہلے لوگوں پر ایک دن کی قضا لازم ہے ورنہ قضا واجب نہیں۔''

شیخ محمد بن عبدالوہاب بن عبدالرزاق رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

''ابن رشد رحمہ اللہ نے ''ہدایۃ'' میں کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ دور کے شہروں کی رویت معتبر نہ ہوگی جیسے اندلس اور حجاز اور ابن جزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''قوانین'' میں کہا ہے کہ جب ایک شہر والے چاند دیکھیں تو دوسرے شہر والوں پر بھی حکم لازم ہوگا، اس سے امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی اتفاق ہے۔ اور ابن ماجشون رحمہ اللہ نے اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ بہت زیادہ دور کے شہر والوں پر یہ حکم لازم نہ ہوگا۔ جیسے اندلس اور حجاز اور اسی پر اجماع ہے۔'' [خلاصۃ العذب الزلال فی مباحث رؤیۃ الہلال]

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس بات پر علماء کا اجماع ہوگیا ہے کہ جو شہر ایک دوسرے سے دور واقع ہیں ان کی رویت کا اعتبار نہیں ہوگا جیسے کہ خراسان اندلس سے دور ہے اس لیے کہ ہر شہر کے لیے ایک خاص حکم ہے جو اس شہر کے ساتھ مخصوص ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ پس جو شہر آپس میں قریب ہیں ان کی رویت ایک دوسرے کے لیے معتبر ہوگی اور یہ بھی کہا کہ خبر خواہ حکومت کی جانب سے ہو یا دو عادل اشخاص کی طرف سے یا جماعت مستفیضہ کی بہر حال قریبی شہروں کو شامل ہوگی اور جو شہر زیادہ دور واقع ہیں ان کو شامل نہ ہوگی۔ ابن عرفہ رحمہ اللہ نے اسی کو پسند کیا ہے۔'' [تمہید لابن عبدالبر]

امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ

''جب کسی شہر میں لوگ چاند دیکھ لیں اور دوسرے شہر والوں کو چاند نظر نہ آئے اور شہر بھی باہم قریب ہوں تو ان دونوں شہروں کا حکم ایک شہر کا حکم ہوگا اور دوسرے شہر والوں کو بھی باتفاق

رائے روزہ رکھنا لازم ہوگا۔ اور اگر دونوں شہر دور واقع ہوں تو اس میں اختلاف ہے لیکن صحیح تر رائے ہے کہ دوسرے شہر والے روزہ نہیں رکھیں گے۔ یہی قطعی رائے مصنف ابوالحق شیرازی رحمہ اللہ کی ہے اور شیخ ابوحامد رحمہ اللہ اور تندیجی رحمہ اللہ وغیرہم کی بھی یہی رائے ہے اور اسی کو عبدری رحمہ اللہ، رافعی رحمہ اللہ اور اکثر علمائے دین نے صحیح بتایا ہے۔'' الخ

[شرح تہذیب وکذا فی نہایۃ المحتاج شرح منہاج الرملی]

صیدلانی وغیرہ نے قطعیت کے ساتھ لکھا ہے کہ دوری کا مفہوم یہ ہے کہ مطالع مختلف ہوجائیں مثلاً حجاز، عراق، خراسان اور قرب کے معنی یہ ہیں کہ مطالع میں اختلاف نہ ہو جیسے بغداد، کوفہ، ری، اور قزوین، امام نووی نے اسی رائے کو صحیح بتایا ہے۔ [روضہ، منہاج، شرح مہذب]

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

''مطالع کے اختلاف کی بنا پر کسی ایک شہر کی رویت پر تمام اہل ارض کے روزہ رکھنے اور نہ رکھنے کو کیوں کر لازم قرار دیا جاسکتا ہے۔ جب کہ رسول اللہ ﷺ کی تمام احادیث اس حقیقت کا واشگاف لفظوں میں اعلان کرتی ہیں کہ ہر شہر والوں کے لیے ان کی رویت اپنے ہی لیے ہوگی اور اسی پر حضرات صحابہ کرام اور تابعین عظام کا بھی عمل رہا ہے ان میں سے کسی ایک سے بھی منقول نہیں کہ انہوں نے اپنے یہاں کی رویت کی بنیاد پر دیگر علاقوں کے لوگوں کو کسی ایک دن کے روزہ کی قضا کی بابت لکھا ہو۔'' الخ

ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعہ چاند کی خبر:

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس وقت ٹی وی اور ریڈیو ایک جگہ سے دوسری جگہ خبریں پہنچانے کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ ان کو رویت ہلال کی خبر پہنچانے کے لیے استعمال کرنا بھی درست ہے لیکن ریڈیو اور ٹی وی کے ذریعے چاند کی خبر کا اعتبار کرنے اور اس پر عمل کرنے کی کچھ شرطیں ہیں۔

سب سے پہلی بات دیکھنے کی یہ ہے کہ خبر نشر کرنے والا کن الفاظ میں اس خبر کو نشر کر رہا ہے۔ اپنے محکمے کی مرتب کردہ عام خبروں کے طور پر اسے بھی نشر کر رہا ہے یا کسی معتبر رویت ہلال کمیٹی یا کسی معتبر مسلم ادارے یا کسی معتمد علیہ اور مسلمانوں کے درمیان متعارف عالم دین کی طرف سے چاند کی خبر نشر کر رہا ہے۔ پہلی صورت میں رویت ہلال کی خبر قابل اعتبار نہ ہوگی۔ البتہ دوسری صورت میں اس کا اعتبار کیا جائے گا کیوں کہ اس دوسری صورت میں اس کی حیثیت محض واسطے کی ہوگی۔ اصل خبر دینے والا وہ ہوگا جس کی طرف سے خبر نشر کی جارہی ہے۔

دوسری شرط اس ذریعے سے چاند کی خبر پر عمل کرنے کی یہ ہے کہ کوئی معتمد عالم دین یا کوئی صاحب فہم ثقہ مسلمان ریڈیو یا ٹی وی کا اعلان خود سن کر اسے تسلیم کرنے کا اعلان کرے، یا کوئی سمجھ دار مسلمان جس نے خوب سمجھ کر ریڈیو یا ٹی وی کی خبر کے الفاظ سنے ہوں، کسی عالم دین یا معتمد ثقہ مسلمان کو اطلاع دے اور وہ تحقیق کرکے اسے تسلیم کرلینے کا اعلان کرے۔ یہ بات اسلامی اجتماعیت کے خلاف ہوگی کہ ہر مسلمان ریڈیو اور ٹی وی کی خبر سن کر بطور خود روزہ توڑ دے یا عید منالے۔ اگر اس شرط کا لحاظ نہ رکھا جائے تو افراتفری اور انتشار پھیلنے کا اندیشہ ہے۔

اس شخص کا حکم جس کی شہادت نہ مانی گئی ہو:

اگر ایک شخص نے چاند دیکھا مگر کسی وجہ سے اس کی گواہی نہیں مانی گئی تو دیکھنے والے کے حق میں تو چاند ہو ہی گیا۔ لہٰذا مہینہ رمضان کا ہو تو یہ اکیلا ہی روزہ رکھے، لیکن اگر اس حساب سے ۳۰ روزے پورے ہوجانے پر عید کا چاند نظر نہ آئے تو اب یہ شخص تنہا عید نہیں کرسکتا، اسے چاہیے کہ اور لوگوں کے ساتھ ایک دن کا روزہ اور رکھے اور اگلے دن سب مسلمانوں کے ساتھ ہی عید کرے۔

عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے:

عید کے دن روزہ ہرگز نہیں رکھنا چاہیے کیوں کہ اس دن روزہ رکھنا حرام ہے۔ چناں چہ اگر رمضان کی انتیس تاریخ کو چاند نہ دیکھا جاسکا اور اس لیے اگلے دن رمضان کی تیس تاریخ سمجھتے ہوئے روزہ رکھ لیا گیا، پھر دن ہی میں کسی معتبر ذریعے سے معلوم ہوگیا کہ کل چاند ہوگیا ہے تو سب کو روزہ توڑ دینا چاہیے۔ اگر چہ دن میں ختم ہونے میں چند سیکنڈ ہی

کیوں نہ رہ گئے ہوں، نیز چاند کی خبر ملتے وقت اگر عید کی نماز کا وقت نکل نہ گیا ہو اور جمع ہو سکتے ہوں تو اسی دن عید کی نماز بھی پڑھ لی جائے اور اگر اتنا موقع نہ ہو تو اگلے دن نماز ادا کریں۔

دن میں دکھائی دینے والے چاند کا حکم:

اگر چاند زوال سے پہلے دکھائی دے تو وہ گزشتہ رات کا مانا جائے گا چناں چہ اگر یہ چاند رمضان کا ہو تو اس دن روزہ رکھ لینا چاہیے، اور اگر شوال کا ہو تو جلد سے جلد افطار کر لینا چاہیے۔

اگر بعد زوال دیکھا گیا تو آئندہ رات کا ہوگا چناں چہ اس طرح دکھائی دینے والا ہلال اگر ماہ رمضان کا ہو تو اس دن روزہ نہیں رکھنا چاہیے اور اگر شوال کا ہو تو افطار نہیں کرنا چاہیے بلکہ شام تک روزہ پورا کر لینا ضروری ہوگا۔

نیا چاند دیکھنے کی دعا:

جب نیا چاند نظر آئے تو یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

(۱) اَللّٰھُمَّ اَھِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّیْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ ۔ [رواہ الترمذی وقال حدیث حسن]

''اے اللہ اسے ہم پر امن وایمان سلامتی واسلام کے ساتھ نمودار کرا اور اے چاند میرا اور تیرا ربّ اللہ ہی ہے۔''

(۲) هِلَالُ خَيْرٍ وَّرُشْدٍ هِلَالُ خَيْرٍ وَّرُشْدٍ۔ اٰمَنْتُ بِالَّذِیْ خَلَقَكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ ذَهَبَ بِشَهْرِ كَذَا وَجَاءَ بِشَهْرِ كَذَا ۔ [ابوداؤد]

''تو بھلائی اور ہدایت کا چاند ہے تو بھلائی اور ہدایت کا چاند ہے۔ میں اس پر ایمان لایا جس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے فلاں مہینے کو ختم کر دیا اور اس مہینے کو لے آیا۔''



احکام ومسائل

روزہ کے مقاصد

عبدالرشید عراقی

ارکانِ اسلام میں روزہ تیسرا رکن ہے۔ عربی میں اس کو ''صوم'' کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے اور اس کے لفظی معنی اہل لغت نے ''رکنے'' اور ''چپ رہنے'' کے ہیں۔

روزہ صرف امت محمدیہ ﷺ پر فرض نہیں رکھا گیا۔ بلکہ اس سے پہلے امتوں پر بھی روزہ فرض تھا۔ جیسا کہ قرآنِ مجید نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾ [البقرۃ:۱۸۳]

''مسلمانو! تم پر روزہ اسی طرح فرض ہوا جس طرح تم سے پہلی قوموں پر فرض کیا گیا تاکہ متقی بن جاؤ۔''

روزہ قدیم مذاہب میں:

قرآنِ مجید کی مذکورہ بالا آیت سے یہ واضح کرتی ہے کہ روزہ اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ اسلام سے پہلے کے مذاہب میں بھی اُن پر فرض تھا۔ مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ انسائیکلو پیڈیا آف برناٹیکا کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ

''قدیم مصریوں کے ہاں بھی روزہ ودیگر مذہبی تہواروں کے شمول میں نظر آتا ہے۔ یونان میں صرف عورتیں ''تھسمو فیریا'' کی تیسری تاریخ کو روزہ رکھتی تھیں، پارسی مذہب میں گو عام پیروؤں پر روزہ فرض نہیں لیکن ان کی الہامی کتاب کی ایک آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ روزہ کا حکم ان کے ہاں موجود تھا۔ خصوصاً مذہبی پیشواؤں میں تو پنج سالہ روزہ ضروری تھا۔''

[سیرت النبی:۵/۲۱۲]

یہودی مذہب، عیسائی مذہب اور ہندو مذہب میں بھی روزہ کا ثبوت ملتا ہے۔ لیکن اس فرض کو ادا کرنے کے اُن کے ہاں مختلف ذرائع تھے۔

اسلام میں روزہ کی حقیقت:

اسلام نے روزہ کا جو نقشہ پیش کیا ہے۔ وہ پہلے مذاہب کے مقابلہ میں مختلف ہے اور یہ پہلے مذاہب کے مقابلہ میں قوانین ومقاصد دونوں کے لحاظ سے مکمل ہے۔ فائدہ کا سب سے زیادہ ضامن ہے۔ اسلام نے پورا مہینہ (رمضان المبارک) روزوں کے لیے مخصوص کیا ہے جس کے دنوں میں روزہ رکھنے کا حکم ہے اور راتوں کو کھانے پینے کی اجازت ہے اور سحری کھانے کی ترغیب دی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سحری کھاؤ۔ اس لیے کہ سحری میں برکت ہے۔''

[صحیح بخاری ومسلم فہم الحدیث:۱/۳۹۴]

ایک دوسری حدیث میں ہے، آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اہل کتاب اور ہمارے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے۔'' [صحیح مسلم فہم الحدیث:۱/۳۹۴]

آنحضرت ﷺ نے افطار میں تاخیر کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ اور اس کو فتنہ اور فساد کی نشانی اور اہل کتاب کے غالی دین داروں کا شعار قرار دیا ہے۔ حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

''آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ لوگ ہمیشہ بھلائی پر رہیں گے جب تک وہ افطار میں جلدی کریں گے۔''

[صحیح مسلم فہم الحدیث:۱/۳۹۴]

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

’’سحور میں تاخیر اور افطار میں تعجیل سے روزہ دار کا عجز واحتیاج اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے اور یہ بات اس کی عبدیت کے عین مطابق ہے اور اس کے حکم کو پورا کرتی ہے۔‘‘

[مکتوبات امام ربانی، مکتوب نمبر:۴۵]

روزہ کے مقاصد:

اللہ تعالیٰ نے روزہ کے مقاصد درج ذیل تین فقروں میں بیان فرمائے ہیں:

﴿ لِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ ﴾ [البقرۃ:۱۸۵]

’’تاکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو جو ہدایت کی ہے اس پر اس کی بڑائی اور عظمت ظاہر کرو۔‘‘

﴿ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾ [البقرۃ:۱۸۵]

’’تاکہ تم اس ہدایت کے ملنے پر تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔‘‘

﴿ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ [البقرۃ:۱۸۳]

’’تاکہ تم پرہیز گار بنو (یا تم میں تقویٰ پیدا ہو۔)‘‘

روزہ کا سب سے بڑا مقصد تقویٰ اور دل کی پرہیز گاری اور صفائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے ذریعہ فرمایا:

’’اے ایمان والو! تم پر روزہ اس طرح فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تاکہ تم تقویٰ حاصل کرو۔‘‘

[البقرۃ:۱۸۳]

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے جس کے حاصل ہونے کے بعد دل کو گناہوں سے جھجک معلوم ہونے لگتی اور نیک باتوں کی طرف اُن کو بے تابانہ تڑپ ہوتی ہے اور روزہ کا مقصود یہ ہے کہ انسان کے اندر یہی کیفیت پیدا ہو کہ انسانوں کے دلوں میں گناہوں کے اکثر جذبات بہیمی قوت کی افراط سے پیدا ہوتے ہیں۔ روزہ انسان کے ان جذبات کی شدت کو کمزور کرتا ہے۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ نے اُن نوجوانوں کا علاج جو اپنی مجبوریوں کے سبب نکاح کی قدرت نہیں رکھتے اور ساتھ ہی اپنے نفس پر قابو نہیں رکھتے، روزہ بنایا ہے کہ روزہ شہوت کو توڑنے اور کم کرنے کے لیے بہترین چیز ہے۔ [سیرۃ النبی:۵/۲۲۳]

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ روزہ کے مقاصد کے تحت لکھتے ہیں کہ روزہ وہ ہے جو ہمیں پرہیز گاری کا سبق دے۔ روزہ وہ ہے جو ہمارے اندر تقویٰ اور طہارت پیدا کرے۔ روزہ وہ ہے جو ہمیں صبر اور تحمل شدائد وتکالیف کا عادی بنائے۔ روزہ وہ ہے جو ہماری تمام بہیمی قوتوں اور غضبی خواہشوں کے اندر اعتدال پیدا کرے۔ روزہ وہ ہے جس سے ہمارے اندر نیکیوں کا جوش، صداقتوں کا عشق، راست بازی کی شیفتگی اور برائیوں سے اجتناب کی قوت پیدا ہو اور یہی چیز روزہ کا اصل مقصود ہے۔ باقی سب کچھ بمنزلہ وسائل وذرائع کے ہے۔ [ارکانِ اسلام، ص:۲۸۴،۲۸۵]

حافظ ابن القیم رحمہ اللہ روزہ کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’روزہ سے مقصود یہ ہے کہ نفس انسانی خواہشات اور عادتوں کے شکنجہ سے آزاد ہو سکے۔ اس کی شہوانی قوتوں میں اعتدال اور توازن پیدا ہو۔ اور اس ذریعہ سے وہ سعادت ابدی کے گوہر مقصود تک رسائی حاصل کر سکے، اور حیات ابدی کے حصول کے لیے اپنے نفس کا تزکیہ کر سکے۔ بھوک اور پیاس سے اس کی ہوس کی تیزی اور شہوت کی حدت میں تخفیف پیدا ہو۔ اور یہ بات یاد آئے کہ کتنے مسکین ہیں جو نان شبینہ کے محتاج ہیں۔ وہ شیطان کے راستوں کو اس پر تنگ کر دے اور اعضاء وجوارح کو ان چیزوں کی طرف مائل ہونے سے روک دے جن میں کہ دنیا وآخرت دونوں کا نقصان ہے۔ اس لحاظ سے یہ اہل تقویٰ کی لگام، مجاہدین کی ڈھال اور ابرار ومقربین کی ریاضت ہے۔ [زادالمعاد:۱/۱۵۲]

اس کے بعد حافظ ابن القیم فرماتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ۔

’’روزہ ڈھال ہے۔‘‘

چناں چہ ایسے شخص کو جو نکاح کا خواہش مند ہو اور استطاعت نہ رکھتا ہو، روزے رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ اور اس کو اس کا تریاق قرار دیا گیا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ روزہ کے مصالح اور فوائد چوں کہ عقل سلیم اور فطرت صحیحہ کی رو سے مسلمہ تھے۔ اس لیے اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے

بندوں کی حفاظت کی خاطر محض اپنی رحمت اور احسان سے فرض کیا ہے۔
[زادالمعاد:۱/۱۵۲]

لاحاصل روزہ:

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ
جس نے جھوٹ اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کی حاجت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔[صحیح بخاری،فہم الحدیث:۱/۳۹۶]

وہ روزہ جو تقویٰ اور عفاف سے خالی اور محروم ہو۔ وہ ایک ایسی صورت ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں، ایسا جسم ہے جس کی روح نہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

پھر کتنے لوگ ہیں، جو روزہ رکھتے ہیں اور ساتھ ایک سچے صائم کی پاک اور ستھری زندگی انہیں نصیب ہے۔ آہ میں ان لوگوں کو جانتا ہوں جو ایک طرف تو نمازیں پڑھتے اور روزے رکھتے ہیں تو دوسری طرف لوگوں کا مال کھاتے، بندوں کے حقوق غصب کرتے، اعزہ واقارب کے فرائض پامال کرتے، بندگان الٰہی کی غیبتیں کرتے، ان کو دکھ اور تکلیف پہنچاتے، طرح طرح کے مکر وفریب کو کام میں لاتے ہیں یعنی اپنے دل کے شکم کو تو گناہوں کی کثافت سے آسودہ اور سیر رکھتے ہیں جب کہ ان کے جسم کا پیٹ بھوکا ہوتا ہے۔ کیا یہی وہ روزہ دار نہیں جن کی نسبت فرمایا:

کم من صائم لیس لہ من صومہٖ الا الجوع والعطش ۔ [بخاری وابن ماجہ]

”کتنے ہی روزہ دار ہیں جنہیں ان کے روزے سوا بھوک اور پیاس کے کچھ نہیں ملتا۔“ [ارکانِ اسلام،ص:۲۸۵]

روزہ کی قدر و قیمت اور اس کا صلہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدم کے بیٹے کو تمام نیک اعمال کا بدلہ دس سے سات سو گنا تک دیا جائے گا۔لیکن اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ روزہ کے سوا کیوں کہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ روزہ دار اپنی خواہشات اور کھانے پینے کو میری خوشنودی کے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی جب وہ افطار کرتا ہے۔ دوسری خوشی جب اس کی ملاقات اپنے ربّ سے ہوگی۔ روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے ہاں کستوری کی خوشبو سے بہتر ہے، روزہ ڈھال ہے۔ جب تم روزہ رکھو تو فحش کلامی سے احتراز اور جھگڑا سے اجتناب کرو۔ اگر کوئی شخص روزہ دار کو گالی یا اس سے جھگڑا کرے تو اسے کہنا چاہیے کہ میں روزہ سے ہوں۔
[صحیح بخاری ومسلم،فہم الحدیث:۳/۳۹۰]

ایک دوسری حدیث جس کے راوی حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ ہیں وہ روایت کرتے ہیں کہ

”رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جن کے آٹھ دروازے ہیں۔ ان میں ایک کا نام ”ریان“ ہے اس دروازے سے صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔“
[صحیح بخاری ومسلم،فہم الحدیث:۱/۳۸۹]

روزہ میں اسلام کا اصلاحی کردار:

شریعت اسلامی نے روزہ کی ہیئت اور ظاہری شکل پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اس کی حقیقت اور اس کی روح کی طرف بھی پوری توجہ دی ہے۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ اس پر بڑے عمدہ انداز میں تبصرہ فرمایا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ

”اسلام نے جس طرح دوسرے تمام فرائض وعبادات اور مناسک میں اپنا اصلاحی کردار ادا کیا ہے۔ اس نے روزہ کے مفہوم، آداب واحکام اور اس کی شکل اور طریقہ کار میں بھی اپنا یہ اصلاحی وانقلابی کردار ادا کیا ہے۔ اور اس بات نے روزہ کو بہت آسان وخوش گوار فطرت سلیم سے بہت قریب، متعدد روحانی واجتماعی فوائد کا حامل اور معاشرہ پر پوری طرح اثر انداز بنا دیا ہے۔“

یہودیوں کے نزدیک روزہ نفس کی تذلیل اور تعزیر کے مترادف ہے لیکن اس کے برعکس شریعت اسلامی نے نہ روزہ نفس کو ایذا پہنچانے اور تکلیف میں مبتلا کرنے کا ذریعہ بنایا ہے اور نہ اس کو خدا کا عذاب قرار دیا ہے۔ پورے قرآن میں ایک لفظ بھی ہم کو ایسا نہیں ملتا جس سے اس کا اشارہ نکلتا ہو۔ اس لیے اس کو ایک ایسی عبادت کے طور پر پیش کیا ہے۔ جس کا مقصد اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا ہے اور اس نے اس کے احکام

اور قوانین بھی ایسے خشک اور ظالمانہ نہیں بنائے کہ اس کا قطعی نتیجہ نفس کی ایذا رسانی کی شکل میں ظاہر ہوتا اور اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ پڑ جاتا بلکہ اس نے سحری کھانا سنت قرار دیا اور تاخیر کے ساتھ کھانے کو مستحب کیا۔ اور ہدایت کی فجر پو پھٹنے تک کھاتے رہو۔ افطار میں عجلت کا حکم دیا۔ رات اور دن دونوں میں سونے اور آرام کرنے کی اجازت دی۔ کاروبار، تجارت امور مفید جائز کاموں میں انہاک ومصروفیت کو بھی یہودی مذہب کے برعکس جائز رکھا۔ جس میں روزہ کی حالت میں کام کرنا ممنوع ہے اور مکمل طور پر خلوت وعبادت لازمی ہے۔

قدیم مذاہب میں روزہ کسی طبقہ کے ساتھ مخصوص سمجھا جاتا تھا۔ مجوسیوں کے نزدیک صرف مذہبی پیشواؤں اور پارسی عالموں پر واجب تھا۔ یونانیوں کے نزدیک صرف عورتوں پر فرض تھا مرد اس سے مستثنیٰ تھے۔ لیکن اسلام نے اس کو ہر قسم کی طبقہ داری، قید اور بندش سے آزاد کر کے بالکل عام کر دیا، اور اعلان کر دیا۔

''سو تم میں سے جو کوئی اس مہینہ کو پائے۔ لازم ہے کہ وہ (مہینہ بھر) روزہ رکھے۔'' [البقرۃ:۱۸۵]

قدیم مذاہب میں اس تخصیص اور امتیازی حکم کے باوجود لوگ اس سے مستثنیٰ نہ تھے۔ اسلام نے آ کر ان سب معذوروں کو سہولت بہم پہنچائی۔ ان کے لیے آسانی پیدا فرمائی اور ان کو پوری رعایت دی۔

''پھر تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں اس پر دوسرے دنوں کا شمار رکھنا لازم ہے۔'' [البقرۃ:۱۸۴]

دوسری جگہ فرمایا:

اور جو لوگ اسے مشکل سے برداشت کر سکیں۔ ان کے ذمہ فدیہ ہے (کہ وہ) ایک مسکین کا کھانا ہے۔'' [البقرۃ:۱۸۴]

اسلام نے خطا اور نسیان سے سرزد ہونے والی غلطیوں پر بھی کوئی گرفت نہیں کی۔ اس کے علاوہ اسلام میں اضطراری افعال اور مجبوریوں سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ [ارکانِ اربعہ،ص:۲۹۸تا۳۰۲]

تحقیق وتنقید

حرمین شریفین (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) میں

بیس رکعت قیام اللیل کا مسئلہ

پروفیسر عبدالرزاق ساجد، فاضل مدینہ یونیورسٹی (ایم اے عربی، ایم اے اسلامیات، ایم فل علوم اسلامیہ)

رمضان المبارک کی آمد کے ساتھ ہی سنجیدہ وغیر سنجیدہ دینی حلقوں میں یہ سوال کثرت کے ساتھ حرکت وگردش اختیار کر لیتا ہے کہ حرمین شریفین میں نماز تراویح تو بیس رکعت ادا کی جاتی ہے مگر اہل حدیث گیارہ رکعت پر اکتفا کیوں کرتے ہیں؟

اصولی جواب:

①......مسلمان کے لیے دلیل وحجت کتاب وسنت ہوتی ہے۔

②......کتاب اللہ کی بے شمار آیات اطاعت رسول ﷺ کا حکم دیتی ہیں۔

③......اور صحیح احادیث بالصراحت رمضان وغیر رمضان میں قیام اللیل کی تعداد گیارہ بتاتی ہیں۔

④......اگر اہل حرمین کا عمل امت مسلمہ کے لیے حجت ہوتا تو اصولِ فقہ میں امام مالک کا یہ مؤقف درست تسلیم کر لیا جاتا کہ اہل مدینہ کا عمل اور اجماع حجت ہے۔

⑤......لہٰذا حجت کتاب وسنت میں ہے نہ کہ کسی علاقہ کے باسیوں کے عمل میں۔

تفصیل کے لیے درج ذیل امور کو ذہن نشین کرنا ہوگا۔

قیام اللیل کے بارے کہ کتنی رکعت پڑھنی چاہئیں لگ بھگ دس اقوال ہیں۔

(۱) کم از کم دو رکعت زیادہ کی کوئی حد نہیں۔
(۲) اسود بن یزید ۴۷ رکعتیں
(۳) قول اہل مدینہ ۴۱ رکعتیں
(۴) عمل اہل مدینہ حرہ سے قبل ۳۹ رکعتیں
(۵) زرارہ بن اوفی ۳۴ رکعتیں
(۶) زرارہ بن اوفی کا ایک اور قول ۲۸ رکعتیں
(۷) سعید بن جبیر کا قول ۲۴ رکعتیں
(۸) احناف وشوافع ۲۰/۲۳ رکعتیں
(۹) ایک اور قول ۱۶ رکعتیں
(۱۰) امام مالک، حنابلہ، اہل حدیث ۸/ ۱۱ رکعتیں

اب ان دس اقوال میں سے کسے اختیار کیا جائے؟ اور کسے چھوڑا جائے؟

یقیناً یہ دین اور اسلام کی بات ہے، ذاتی پسند اور ناپسند کا معاملہ نہیں؟

اگر کثرت تعداد اور زیادتی ثواب کا نقطہ کارفرما رکھا جائے تو پھر صرف ۲۰ یا ۲۳ رکعت کیوں؟ ۲۴، ۲۸، ۳۴، ۳۹، ۴۱، ۴۷ اور لامحدود کے اقوال کو ۲۰/۲۳ پر فضیلت اور ترجیح ہونی چاہیے۔

جب معاملہ شریعت کا ہے تو شریعت ایسے موقعہ پر کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف رجوع کا حکم دیتی ہے۔

﴿ فإن تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ﴾ [النساء: ۵۹]

کتاب اللہ کا حکم ہے:

﴿ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ﴾ [المائدۃ: ۹۲]

﴿ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ﴾ [النساء: ۸۰]

﴿ یـایھـا الـذیـن امـنـوا اطیعوا الله واطیعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالکم ﴾ [محمد:۳۳]

﴿ وما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا ﴾ [الحشر:۷]

﴿ لقد کان لکم فی رسول الله اسوۃ حسنۃ ﴾ [الاحزاب:۲۱]

بخاری کی روایت ہے:

﴿ ومحـمـد فـرق بین الناس ﴾ [صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، حدیث: ۱۸۵۲]

حق وباطل اور صحیح وغلط میں فرق کرنے کے لیے سید الکونین محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات معیار ٹھہری ہے۔

احادیث کی طرف رجوع کیا جائے تو مندرجہ بالا اقوال سے صرف (۸/۱۱) رکعت والے قول کی تائید صحیح اور صریح وغیر معارض روایات سے ہوتی ہے، مثلاً:

① ......حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کہ آپ کی نماز رمضان وغیر رمضان میں ۱۱ رکعت سے متجاوز نہیں ہوتی تھی۔ [صحیح بخاری:۲۰۱۳، ۱۱۴۷، صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، حدیث: ۱۲۵، سنن ابوداؤد، حدیث: ۱۳۴۱، جامع ترمذی، حدیث: ۴۳۹، سنن النسائی، قیام اللیل، حدیث: ۱۶۹۷، موطا، صلاۃ اللیل، حدیث: ۹، مسند احمد، ج:۶، ص:۳۶، ۷۳، ۱۰۴، سنن البیہقی الکبری، حدیث: ۴۶۱۴]

② ......حضرت ابی بن کعب کا خواتین اہل خانہ کے ساتھ ۸ رکعت قیام اللیل اور ساتھ نماز وتر کا اہتمام اور اس پر رسول اللہ ﷺ کی رضامندی۔ [قیام اللیل للمروزی، ص:۲۱۷]

③ ......حدیث جابر رضی اللہ عنہ کہ آپ ﷺ نے ہمارے ۸ رکعت قیام اللیل اور وتر ادا کیے۔ اس کے بعد آپ اگلی رات تشریف نہ لائے وجہ دریافت کرنے پر فرمایا کہ میں اس لیے نہیں آیا کہ کہیں یہ تم پر فرض نہ ہوجائے۔ [قیام اللیل للمروزی، ص:۲۱۷]

④ ......اسی طرح حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ ۲۳، ۲۵ اور ۲۷ کی راتوں کے قیام اللیل کے متعلق جس کے بعد آپ مسجد میں نہ آئے کہ کہیں یہ نماز فرض نہ ہوجائے۔ [سنن ابوداؤد، حدیث: ۱۳۷۵، جامع ترمذی: ۸۰۶، سنن النسائی، ج:۲، ص:۱۳۶۳، ابن ماجہ، ح: ۱۳۲۷، مسند احمد، ج:۵، ص:۱۵۹، ۱۶۳، سنن الدارمی، ح: ۱۷۷۷، صحیح ابن خزیمہ: ۲۲۰۶]

⑤ ......آپ کی نماز تہجد اور رمضان میں قیام اللیل ایک ہی نماز ہے۔ ملاحظہ ہو اوپر والی روایت کا متن محولہ بالا کتب میں۔

⑥ ......حضرت عمر بن الخطاب کا اثر کہ انہوں نے حضرت ابی بن کعب اور حضرت تمیم الداری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعتیں پڑھائیں۔ [قیام اللیل للمروزی، ص:۲۲۰، مؤطا امام مالک، ج:۱، ص:۱۲۰، حدیث:۲۵۶]

لہٰذا ان صحیح وصریح دلائل کی روشنی میں اگر دیکھا جائے تو سابقہ دس اقوال میں سے (۸/۱۱) والے قول کی تائید کتاب وسنت سے ہوتی ہے۔

رہا دو رکعت والا قول تو وہ قیام اللیل کی ادائیگی کی کیفیت بیان کرنا ہے نہ کہ تعداد (صلاۃ اللیل مثنی مثنی) رات کی نماز دو دو رکعت کر کے پڑھی جائے گی۔

رہے باقی اقوال تو وہ کثرت تعداد میں سبقت لے جانے اور ذاتی پسند ونا پسند پر مبنی اختیارات ہیں۔ جن کی تائید کسی ایک بھی صحیح، صریح اور غیر معارض حدیث پاک یا اسوۂ حسنہ سے نہیں ہو پائی۔

لہٰذا ایک مسلمان ہونے کے ناطے معیار کثرت تعداد نہیں، بلکہ اسوۂ رسول ﷺ ہونا چاہیے اور وہ (۸/۱۱) رکعت قیام اللیل ہے۔

(۲)......تاریخی جواب:

رہا یہ سوال کہ اگر کتاب وسنت میں قیام اللیل کی تعداد گیارہ رکعت ہے۔ اور اہل سعود یہ بھی گیارہ رکعت کے قائل ہیں۔

تو پھر حرمین شریفین میں ۲۰ رکعت نماز تراویح کیوں ادا کی جاتی ہے؟ کیا یہ کھلا تضاد نہیں؟

اس سوال کے جواب کے لیے ہمیں کچھ پیچھے تاریخی پس منظر میں جانا ہوگا۔

① ......ایک دور تھا جب بیت اللہ میں چار مصلے بچھا دیئے گئے۔ یوں مرکز اسلام کی مرکزیت کو چار ٹکڑوں میں بانٹ دیا گیا۔

⑦...... ایک مسلک والے اذان دیتے تو دوسری طرف سے آواز آتی ابھی نماز کا ٹائم نہیں ہوا لوگو اپنی نمازیں خراب مت کرو۔

③...... دوسرے جب نماز شروع کرتے تو پہلی طرف سے آوازیں کسی جاتیں نماز کو تاخیر سے ادا کیا جارہا ہے۔

④...... آلِ سعود کی حکومت نے آتے ہی مسلمانوں کے مرکز سے اس تکلیف دہ صورت حال کا خاتمہ کیا، اور اس کی مرکزیت بحال کرتے ہوئے چار مصلوں کی رسم کو ختم کر دیا۔ اور تمام مسلمانوں کو ایک وقت، ایک جماعت اور ایک امام پر اکٹھا کر دیا۔ یوں پوری دنیا نے اسلام اور مسلمانوں کی مرکزیت اور یک جہتی کا چشم دید مشاہدہ کیا۔

⑤...... کچھ عرصہ کے بعد رمضان المبارک آیا۔ امام حرم گیارہ رکعت نماز تراویح پڑھا کر جاتے رہے۔

⑥...... تو بیس رکعت کے قائلین نے امام حرم بننے کے شوق میں جگہ جگہ گروپوں کی شکل میں باقی رکعتوں کی جماعتیں کروانا شروع کر دیں۔

⑦...... یہ بات جب حکومت کے نوٹس میں آئی تو اس صورتِ حال کے پیش نظر فوراً علمائے کرام کی میٹنگ کال کی گئی، اور ایک امر پر متفق ہونے کا ایجنڈہ رکھا گیا، تاکہ مرکز اسلام کی ساکھ اور شان پر حرف نہ آئے، جس پر پوری دنیا کا فوکس ہوتا ہے۔

⑧...... بے شمار کاوشوں کے باوجود بیس رکعت کے قائلین مصر رہے کہ انہیں تو بیس رکعت ہی پڑھنا ہے۔

⑨...... لہٰذا حکومت نے انتظامی امر کے پیش نظر دو اماموں کا تعین کر دیا۔ ایک امام دس رکعت پڑھا کر چلا جائے اور جس نے مسنون تعداد کی ادائیگی کرنا ہو وہ بھی اپنا قیام اس پہلے امام کے ساتھ کرلے۔ اور جس نے مزید رکعتیں پڑھنی ہوں وہ جگہ جگہ ٹولیوں اور گروپوں کی شکل میں نہ بٹیں۔ ان کے لیے دوسرے ایک امام کا اہتمام کر دیا گیا۔ اور یوں انتظامی نقطہ نظر سے حرمین میں بیس رکعت تراویح دو اماموں کے ساتھ ادا کرنے کا سلسلہ چل نکلا۔

(۳)......واقعاتی ومشاہداتی جواب:

عامۃ الناس میں یہ بات مشہور کر دی گئی ہے کہ اہل سعودیہ بیس رکعت تراویح کے قائل ہیں۔ جب کہ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ اہل سعودیہ بیس رکعت قیام اللیل کے قائل نہیں بلکہ وہ گیارہ رکعت پڑھتے ہیں۔ اس کی عملی دلیل یہ ہے کہ حرمین کے علاوہ پوری مملکت کی مساجد میں گیارہ رکعت نماز ادا کی جاتی ہے۔ حتی کہ مسجد حرام کے باب العمرہ سے چند قدموں کے فاصلے پر ایک مسجد اور اس سے پھر چند قدم کے فاصلے پر ایک اور مسجد میں، پورے مکہ اور مدینہ کی دیگر مساجد، اور مدینہ یونیورسٹی مدینہ منورہ کی جامع مسجد میں راقم نے ۱۹۹۴ء تا ۱۹۹۹ء پانچ سال گیارہ رکعت قیام اللیل کا عینی مشاہدہ کیا۔ اور آج بھی صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے۔ عین الیقین حاصل کرنا ہو تو دعوتِ نظارہ دی جاتی ہے۔

(۴)......الزامی جواب:

الزامی جواب کا مقصد قطعاً جواب برائے جواب، الزام برائے الزام، تحقیر وتذلیل، طعن وتشنیع یا مدمقابل پر کیچڑ اچھالنا نہیں۔ بلکہ خالصتاً حق بات کے نقوش کو عیاں کرنا اور صحیح صورت حال کو بیان کرنا ہے۔

احبابِ معترضین کی یہ کاوش ہوتی ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح عوام وخواص کی ذہن سازی اور برین واشنگ میں کامیاب ہو جائیں کہ اہل حدیث کا موقف غلط ہے، جب کہ ان کا بیس رکعت کا موقف صحیح اور درست ہے۔ کیوں کہ یہ عمل حرمین شریفین میں جاری وساری ہے۔ جس کا مشاہدہ پوری دنیا میں ٹیلی وژن پر کیا جاسکتا ہے۔

ہماری عرض کا مقصد یہ ہے کہ حق کا دوہرا معیار نہیں ہونا چاہیے۔ بلکہ اس کا معیار تو ایک ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر اہل حرمین شریفین معیارِ حق ہیں جیسا کہ باور کرایا جاتا ہے تو پھر صرف اسی مسئلہ میں ان کی موافقت کیوں کی جاتی ہے اور باقی بے شمار امور میں ان کی مخالفت کیوں؟

اور آئندہ آمدہ امور جب ٹیلی کاسٹ ہو رہے ہوتے ہیں تو تب آنکھیں اور کان بند کیوں کر لیے جاتے ہیں؟

اہل حرمین شریفین کے ساتھ احناف کی تیس مخالفتیں:

ذیل کی سطور میں ان امور کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ جن میں احناف حضرات اہل حرمین کی مخالفت کرتے ہیں اور قطعاً اس اصول کو مدنظر نہیں رکھتے جسے قیام اللیل اور بیس رکعت کے حوالے سے پیش کیا جاتا

ہے۔ان امور کا مشاہدہ کسی بھی وقت براہِ راست ٹی وی نشریات پر کیا جاسکتا ہے۔

روزہ اور اہل حرمین شریفین:

① ......حرمین شریفین میں روزہ اذانِ فجر کے ساتھ بند، اور اذانِ مغرب کے ساتھ افطار کرلیا جاتا ہے۔

② ......حرمین شریفین میں روزہ رکھنے کے لیے ﴿ وبصوم غد نویت من شهر رمضان ﴾ کے الفاظ کے ساتھ نیت نہیں کی جاتی۔

احناف کا اہل حرمین کے ساتھ مخالفانہ طرز عمل:

① ......مگر یہاں معترضین حضرات اہل حرمین کے عمل کے مخالف اعلانات کے ساتھ روزہ بند کرتے ہیں اور کھولتے ہیں۔

② ...... اس معاملے میں بھی احناف حضرات اہل حرمین کی مخالفت کرتے ہوئے انہی مروّجہ الفاظ سے نیت کرتے ہیں۔

اذان واقامت اور اہل حرمین شریفین:

③ ......حرمین شریفین میں کبھی کبھار دوہری اذان (بالترجیع) کہی جاتی ہے۔

④ ......حرمین شریفین میں اذان تہجد کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

⑤ ......حرمین شریفین میں کسی بھی اذان سے قبل مروّجہ دورد وسلام نہیں پڑھا جاتا۔

⑥ ......حرمین شریفین میں اکہری تکبیر یا اقامت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

مخالفت:

③ ......معترضین حضرات اس کی بھرپور مخالفت کرتے ہیں۔

④ ......مقلدین حضرات کی طرف سے اس کی بھی کھلی مخالفت کی جاتی ہے۔

⑤ ......معترضین حضرات کی اکثریت اہل حرمین کے اس عمل کی بھی علی الاعلان مخالفت کرتی ہے۔

⑥ ...... جب کہ یہاں کھلے بندوں اس کی مخالفت کی جاتی ہے۔

نماز اور اہل حرمین شریفین:

⑦ ......حرمین شریفین میں کسی بھی نماز سے پہلے مروّجہ الفاظ سے نیت نہیں کی جاتی۔

⑧ ......حرمین شریفین والے نماز میں سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں۔

⑨ ......حرمین شریفین میں نماز کے اندر امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

⑩ ......حرمین شریفین میں بآواز بلند آمین کہی جاتی ہے جس کی بازگشت پوری دنیا میں سنائی دیتی ہے۔

⑪ ...... اہل حرمین نماز میں رکوع جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے رفع الیدین کرتے ہیں۔

مخالفت:

⑦ ......مگر یہاں ان کی کھلی مخالفت کرتے ہوئے باقاعدگی سے اس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

⑧ ...... اس معاملے میں بھی معترضین حضرات ان کی مخالفت فرماتے نظر آتے ہیں۔

⑨ ......مگر یہاں ان کی مخالفت میں ایسا کرنے سے روکا جاتا ہے۔

⑩ ......مگر یہاں ان کی مخالفت میں ہمیشہ اس آواز کو دبانے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے۔

⑪ ......مگر معترضین حضرات اس کی بھرپور مخالفت کرتے ہیں۔

اوقات نماز اور حرمین شریفین:

⑫ ......حرمین شریفین میں نمازوں کو اوّل وقت میں ادا کرنے کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔

⑬ ...... اہل حرمین نماز فجر کو طلوع فجر کے بعد خوب اندھیرے میں ادا کرتے ہیں۔

⑭ ......حرمین شریفین میں نماز عصر سایہ ایک مثل ہونے پر ادا کی جاتی ہے۔

مخالفت:

⑫ ......اس معاملے میں بھی احناف حضرات ان کی کھلی مخالفت

فرماتے ہیں۔

⑬......مگر ادھر دن چڑھنے کے قریب خوب روشنی میں نماز ادا کر کے اہل حرمین کی مخالفت کی جاتی ہے۔

⑭......معترضین حضرات اس معاملے میں بھی اہل حرمین کی کھلی مخالفت کرتے ہوئے نماز عصر کو انتہائی لیٹ کر کے پڑھتے ہیں۔

طواف اور اہل حرمین شریفین:

⑮......حرمین شریفین میں نماز عصر کے بعد طواف اور نماز کی اجازت دی جاتی ہے۔

مخالفت:

⑮......معترضین حضرات ایسا کرنے سے منع کرتے ہیں۔

نماز مغرب سے قبل دو نوافل اور حرمین شریفین:

⑯......حرمین شریفین میں نماز مغرب سے پہلے دو رکعت کی ادائیگی کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

مخالفت:

⑯......مگر یہاں ان کی مخالفت میں ایسا نہیں کیا جاتا۔

فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا اور حرمین شریفین:

⑰......حرمین شریفین میں پانچوں فرض نمازوں کے بعد اجتماعی دعا نہیں کی جاتی۔

مخالفت:

⑰......مگر یہاں اس کے برعکس ان کی بھرپور مخالفت سے کام لیا جاتا ہے۔

عورتوں کا مسجد میں داخلہ اور اہل حرمین شریفین:

⑱......حرمین شریفین میں عورتوں کو مسجد میں آنے، فرض نماز، قیام اللیل اور نوافل ادا کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔

مخالفت:

⑱......مگر یہاں فتویٰ ان کے قطعاً برعکس ہے۔

عورتوں کا باجماعت نماز عیدین کی ادائیگی اور حرمین شریفین:

⑲......حرمین شریفین میں خواتین نماز عید الفطر اور نماز عید الاضحیٰ باجماعت ادا کرتی ہیں۔

مخالفت:

⑲......مگر احناف حضرات اس کی کھلے عام مخالفت پر مبنی فتویٰ دیتے ہیں۔

نماز عید اور حرمین شریفین:

⑳......حرمین شریفین میں نماز عید سے قبل کوئی تقریر یا خطبہ نہیں دیا جاتا، پہلے نماز، پھر خطبہ۔

㉑......حرمین شریفین میں عیدین کے اندر بارہ تکبیروں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

مخالفت:

⑳......مگر یہاں پہلے تقریر و وعظ اور بعد میں نماز

㉑...... یہاں ان کی مخالفت کرتے ہوئے صرف چھ تکبیریں کہی جاتی ہیں۔

جمعہ اور حرمین شریفین:

㉒......حرمین شریفین میں خطبہ جمعہ کا طریقہ اہل حدیث والا ہے۔

مخالفت:

㉒......مگر معترضین حضرات اس میں بھی اہل حرمین کی مخالفت کرتے ہیں۔

نماز جنازہ اور حرمین شریفین:

㉓......حرمین شریفین میں جنازے مسجد میں ادا کیے جاتے ہیں۔

㉔......حرمین شریفین میں نماز جنازہ میں ثناء نہیں پڑھی جاتی۔

㉕......حرمین شریفین میں نماز جنازہ میں سورت فاتحہ کا باقاعدہ اہتمام کیا جاتا ہے۔

㉖......حرمین شریفین میں نماز جنازہ میں صرف ایک طرف سلام

پھیرا جاتا ہے۔

مخالفت:

۲۳......مگر یہاں مخالفت کرتے ہوئے منع کیا جاتا ہے۔

۲۴......مگر ادھر ان کی مخالفت میں اس کا باقاعدہ اہتمام کیا جاتا ہے۔

۲۵......مگر یہاں ان کی مخالفت میں ایسا نہیں کیا جاتا۔

۲۶......مگر یہاں ان کی مخالفت کرتے ہوئے دونوں طرف سلام پھیرا جاتا ہے۔

نماز وتر اور حرمین شریفین:

۲۷......حرمین شریفین میں نماز وتر کو فصل کے ساتھ ادا کیا جاتا ہے یعنی دو رکعت کے بعد سلام پھیر کر پھر تیسری رکعت الگ سے ادا کی جاتی ہے۔

۲۸......حرمین شریفین میں نماز وتر کی قنوت میں ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں۔

۲۹......حرمین شریفین میں نماز وتر کی آخری رکعت میں قراءت کے بعد رفع الیدین نہیں کیا جاتا۔

۳۰......حرمین شریفین میں قنوت وتر رکوع کے بعد کی جاتی ہے۔

مخالفت:

۲۷......مگر یہاں ان کی اعلانیہ مخالفت کرتے ہوئے اسے نماز مغرب کی طرح ادا کیا جاتا ہے۔

۲۸......مگر یہاں اس معاملے میں بھی ان کی مخالفت کی جاتی ہے۔

۲۹......مگر معترضین اہل حرمین کی مخالفت میں ایسا کرتے ہیں۔

۳۰...... یہاں ان کی مخالفت میں رکوع سے قبل قنوت وتر کا اہتمام ہوتا ہے۔

نوٹ: حرمین شریفین میں وتر دو طریقوں سے ادا کیے جاتے ہیں۔ تینوں رکعتیں ایک ساتھ پڑھتے ہوئے آخر میں سلام پھیرنا یا دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیرتے ہوئے پھر تیسری رکعت الگ سے پڑھنا، چوں کہ احناف وتر کو نماز مغرب کی طرح ادا کرتے ہیں۔ اس لیے وہی جو اہل حرمین کے ساتھ بیس رکعت نماز تراویح پڑھ رہے ہوتے ہیں ان کے ساتھ نماز وتر ادا نہیں کرتے، بلکہ الگ سے پڑھتے ہیں۔ شاید اب اہل حرمین حجت اور دلیل نہیں رہتے؟

دعوت فکر واصلاح:

اہل حرمین شریفین کے عمل کو اگر حجت بنانا ہے، اور ان کے کرنے یا نہ کرنے کو دلیل اور معیار ٹھہرانا ہے، تو پھر اسے صرف بیس رکعت قیام اللیل تک محدود کیوں کیا جاتا ہے؟ پھر مذکورہ بالا تیس امور میں بھی ان کی اقتدا کرنی چاہیے۔

لہٰذا اگر وہ لوگ دلیل اور حجت ہیں تو ان کے تمام کاموں کو اپنا لینا چاہیے۔

اور اگر وہ ان بیسیوں اعمال وافعال میں حجت نہیں ہیں تو پھر انہیں اکیلے بیس رکعت قیام اللیل میں حجت بنا کر بطور دلیل پیش نہ کیا جائے۔ تاکہ یہ ﴿ افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض ﴾ والا معاملہ نہ بن جائے۔

کیوں کہ اپنی مرضی کا عمل لے لینا، اس پر فوکس کرنا اور اسے بطور دلیل پیش کرنا، اور غیر پسندیدہ امور سے صرف نظر کرنا، اہل علم اور اہل انصاف کا شیوا اور وطیرہ نہیں ہوتا۔

عبدالرحمٰن بن مہدی نے کیا خوب کہا ہے۔ ''اہل حق وہ بھی لکھتے ہیں جو ان کے حق میں ہوتا ہے اور وہ بھی لکھتے ہیں جو ان کے مخالف ہوتا ہے۔ جب کہ اہل اہواء صرف وہی لکھتے ہیں جو ان کے موافق ہوتا ہے۔'' [اقتضاء الصراط المستقیم از ابن تیمیہ، ص:۲۴]

میری محبت کا محبت جواب دے
منفی رویے چھوڑ مثبت جواب دے

❀❀............❀............❀❀

افادات الامام عبدالرحمن بن شہاب الدین ابن احمد بن رجب الحنبلی رحمہ اللہ

اِحسان واخلاص ❷

اردو ترجمہ: عمر فاروق السعیدی

احسان(1):

''احسان'' کا قرآنِ کریم میں کئی مقامات پر ذکر آیا ہے۔ کہیں ''ایمان'' کے ساتھ ملا کر، کہیں ''اسلام'' کے ساتھ اور کہیں ''تقویٰ اور عمل صالح'' کے ساتھ۔ مثلاً:

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾

[المائدۃ ۵: ۹۳]

''ایسے لوگوں پر جو ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں، جس کو انہوں نے کھایا (پیا) جب کہ وہ تقویٰ رکھتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں، پھر پرہیز گاری کرتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں پھر پرہیز گاری کرتے ہوں اور (درجہ احسان میں) خوب نیک عمل کرتے ہوں تو اللہ ایسے نیکوکاروں سے (محسنین سے) محبت رکھتا ہے۔''

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا﴾ [الکھف ۱۸: ۳۰]

''یقیناً جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں تو ہم کسی (محسن) نیک عمل کرنے والے کا ثواب ضائع نہیں کرتے۔''

اسلام کے ساتھ ملا کر فرمایا:

﴿بَلٰى ۗ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ﴾

[البقرۃ ۲: ۱۱۲]

''سنو! جو بھی اپنے آپ کو اللہ کے سامنے جھکا دے اور وہ (محسن ہو) اخلاص سے عمل کرے، تو بیشک اس کا ربّ اسے پورا پورا بدلہ دے گا، اس پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ غم اور اداسی۔''

﴿وَ مَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَ هُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ﴾ [لقمان ۳۱: ۲۲]

''جو شخص اپنے چہرے کو اللہ کی طرف متوجہ کر دے اور وہ ہو بھی (محسن) نیکوکار تو یقیناً اس نے ایک مضبوط کڑا اتھام لیا۔''

تقویٰ کے ساتھ ملا کر یوں ارشاد فرمایا ہے:

﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ؕ﴾ [یونس ۱۰: ۲۶]

(۱) سلف امت اور تاریخ اسلام کے ابتدائی دور میں للّٰہیت اور اخلاص کا حقیقی اور صحیح نام ''زہد و احسان'' رہا ہے۔ امام ابن المبارک اور احمد بن حنبلؒ وغیرہ کی تالیفات میں ''کتاب الزہد'' نام کی کتابیں معروف اور متداول ہیں۔ بعد میں اس عمل میں کچھ تحریف ہوئی...... اور بہت زیادہ ہوئی...... اور عجمیت نے بھی اس میں دراندازی کی تو اس کا نام تصوف اور طریقت ٹھہرا۔ اور اسے شریعت کا حریف اور اس کے بالمقابل لا کھڑا کیا۔ اور بدعات کے سیلاب نے اس چشمہ صافی کو اس قدر گدلا یا کہ خدا کی پناہ۔ ورنہ مخلص اہل نظر جانتے ہیں کہ دنیا سے بے رغبتی اور عبادات میں احسان شریعت کا ایک انتہائی اہم مقام و مرتبہ ہے۔ اور اس حقیقت میں کوئی خفا نہیں کہ دل کی دنیا پر قابو پانا ایک مستقل علم اور عمل ہے، جو بہت زیادہ محنت اور مجاہدہ چاہتا ہے۔ اور جس طرح دیگر علوم محض کتاب سے حاصل نہیں ہو سکتے ان کے لیے مخلص اور محنتی معلم کی ضرورت ہوتی ہے تو یقیناً اس شعبہ کے لیے بھی ربانی وحقانی رہبر و رہنما کی ضرورت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ [سعیدی]

''جن لوگوں نے (درجہ احسان میں) نیکی کی تو ان کے لیے خوبی ہے اور مزید براں بھی!''

صحیح مسلم میں اس ''مزید'' کی یہ وضاحت آئی ہے کہ اس سے مراد جنت میں ''اللہ عزوجل کے چہرۂ انور کا دیدار'' ہے۔

جو ان محسنین کے عمل احسان کے ساتھ مناسبت کی وجہ سے ہوگا۔ کیوں کہ ان کے اعمال درجہ احسان تک اسی وجہ سے بلند ہوئے کہ وہ دنیا میں رہتے ہوئے اپنے ربّ کی عبادت ایسے حضور قلبی اور اپنے ربّ کے مراقبہ کی کیفیت میں کرتے تھے گویا وہ اسے اپنے دل سے دیکھ رہے ہوتے تھے۔ تو اس کی جزا ان کے لیے یہ ہوئی کہ وہ آخرت میں اپنے اللہ کو اپنی آنکھوں سے عیاناً دیکھیں گے۔

جب کہ ان کے برعکس کفار کے متعلق یہ بتایا گیا ہے کہ

﴿اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ﴾

[المطففين ۸۳:۱۵]

''یہ کفار اس دن اپنے رب سے اوٹ میں رکھے جائیں گے۔''

اور یہ ان کے اس حال کا بدلہ ہوگا جو وہ دنیا میں کرتے رہے کہ ان کے دلوں پر گناہوں کے زنگ کی تہیں جمتی رہیں اور انہیں اس حال تک پہنچا دیا کہ انہیں اللہ کی معرفت اور اس کے مراقبہ کا کبھی کوئی خیال نہ آتا تھا۔ تو آخرت میں اللہ عزوجل کے دیدار کی نعمت اور اعزاز سے محروم ہوگئے۔

اور رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان مبارک جس میں آپ نے احسان کی یہ تفسیر وتوضیح فرمائی ہے کہ أن تعبد الله كأنك تراه ''تو اپنے اللہ کی عبادت ایسے اور اس کیفیت میں کر گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔''

اس کیفیت کے طاری ہونے کا حاصل اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو اللہ عزوجل کے سامنے حاضر پاتا ہے، گویا اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ چناں چہ اس سے بندے میں اللہ کی خشیت، خوف، ہیبت اور تعظیم کے جذبات میں اضافہ ہوتا ہے جیسے کہ ایک روایت میں ہے:

أن تخشى الله كأنك تراه ۔ [بروایت حضرت ابوهريره]

''تو اللہ سے اس طرح ڈر گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے۔''

ان تعلیمات کا لازمی تقاضا اور مطالبہ یہ ہے کہ بندہ اپنے اللہ کی عبادت میں خلوص کی انتہا کے اس مقام تک پہنچنے کی کوشش کرے اور عبادت کے اکمال واتمام اور تحسین میں اپنی تمام توانائیاں صرف کردے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے کئی صحابہ کو اس بات کی وصیت فرمائی تھی جیسے کہ ابراہیم الہجری، ابوالاحوص رحمہما اللہ سے اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

اوصانی خلیلی ﷺ أن أخشى الله كأني أراه فإن لم اكن أراه فإنه يراني ۔

''مجھے میرے خلیل ﷺ نے وصیت فرمائی کہ میں اللہ سے ڈروں گویا کہ میں اسے دیکھ رہا ہوں، اگر میں یہ (کیفیت طاری) نہ کرسکوں تو یہ ہو کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔'' (۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

أخذ رسول الله ﷺ ببعض جسدي فقال: اعبد الله كأنك تراه ۔

''رسول اللہ ﷺ نے میرے جسم کا ایک حصہ دبایا (یا پکڑا) اور فرمایا اللہ کی عبادت ایسے کیا کرو گویا کہ اسے دیکھ رہے ہو۔''

اور سنن نسائی میں جناب زید بن ارقم سے مرفوعاً وموقوفاً دونوں طرح آیا ہے، فرمایا:

كن كأنك ترى الله فإن لم تكن تراه فإنه يراك ۔

''ایسے رہا کرو گویا کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو، اگر یہ کیفیت نہ ہوسکے تو یہ خیال کرو کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔''(۱)

طبرانی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

(۱) راقم عرض کرتا ہے کہ ''اللہ سے ڈرنے'' کی آیات واحادیث میں ''ڈر اور خوف'' سے مراد وہ قلبی وروحانی کیفیت ہوتی ہے جس میں الفت، محبت، ہیبت، جلال، تعظیم اور قرب کے جذبات ہوتے ہیں۔ بندہ گھبراتا ہے کہ کہیں مجھ سے کوئی غلطی نہ ہوگئی ہو یا ہو نہ جائے۔ اور ساتھ ہی اس کی قربت ومحبت اور انعام واکرام کا بھی یقین رکھتا ہے۔ جیسے کہ ایک سعادت مند بیٹے کو اپنے باپ سے تعلق ہوتا ہے۔ وللہ المثل الاعلیٰ۔ اور اللہ تعالیٰ کا مقام تو بے انتہا اعلیٰ وارفع ہے۔

أن رجلاً قال یا رسول الله حدثنی بحدیث واجعله موجزاً فقال: صلّ صلاة مودّ ع ۔

''ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی تلقین فرمائیں......اور چاہیے کہ مختصر ہو......فرمایا: نماز ایسے پڑھا کرو گویا یہ تمہاری آخری الوداعی نماز ہے۔''

جناب حارثہ رضی اللہ عنہ کی مشہور روایت ہے جو متصل ومرفوع اسانید سے مروی ہے مگر مرسل زیادہ صحیح ہے۔

أن النبی ﷺ قال لہٗ یا حارثة کیف اصبحت؟ قال: اصبحت مؤمناً حقاً، قال: انظر ما تقول، فإن لکلّ قول حقیقةً۔ قال: یا رسول الله! عزفت نفسی عن الدنیا فأسهرتُ لیلی وأظمأت نهاری، وکأنّی انظر إلٰی عرش ربّی بارزاً، وکأنی انظر اهل الجنة فی الجنة کیف یتزاورون فیها، وکأنی انظر إلٰی اهل النار کیف یتعاورون فیها، قال: ابصرت، فالزم، عبد نسوّر الله الایمان فی قلبه۔"

''نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا: اے حارثہ کس حال میں تو نے صبح کی ہے؟ انہوں نے کہا: حضرت! مومن حق ہوتے ہوئے میں نے صبح کی ہے۔ آپ نے فرمایا: سوچ لو، کیا کہہ رہے ہو؟ ہر بات کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ انہوں نے کہا، اے اللہ کے رسول! میں نے اپنے آپ کو دنیا سے بے رغبت کرلیا ہے، راتوں کو جاگتا ہوں، دن میں اپنے آپ کو پیاسا رکھتا ہوں، ایسے محسوس کرتا ہوں جیسے اپنے رب کے عرش کو کھلی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ گویا اہل جنت کو دیکھ رہا ہوں کہ کیسے کیسے ایک دوسرے کی زیارت کو جا رہے ہیں اور اہل نار کو دیکھتا ہوں کہ کیسے کیسے بھگت رہے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا: تو نے بصیرت حاصل کرلی ہے۔ تو اب اسے لازم پکڑے رہنا۔ (آپ نے فرمایا) یہ ایسا بندہ ہے کہ اللہ نے اس کے دل کو ایمان سے منور کردیا ہے۔''

اللہ سے حیا کرنا:

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو وصیت فرمائی اور کہا:

استحی من الله استحیاء ك من رجلین من صالحی عشریتك لا یفارقانك ۔

''اللہ سے ایسے حیا کرو جیسے تم اپنی قوم، قبیلے کے دو صالح بندوں سے حیا کرتے ہو، جو تم سے جدا نہیں ہوتے۔''

اسی طرح ایک مرسل روایت میں ہے: استحی من ربك

''اپنے ربّ کا حیا کرو۔''

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب یمن کی طرف بھیجا گیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں ایک وصیت یہ بھی فرمائی تھی:

استحی من الله کما تستحی من رجل ذا هیبة من اهلك ۔"

''اپنے ربّ سے اسی طرح حیا کرو جیسا کہ تم اپنے اہل کے کسی باہیبت آدمی سے حیا کرتے ہو۔''

ایک بار کسی نے آپ سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ کیا آدمی جب اکیلا ہو تو بے لباس اور عریاں ہو جائے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

الله احق أن یستحیا منه ۔

''اگر سامنے اور کوئی آدمی نہ بھی ہو تو اللہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیا کیا جائے۔'' یعنی اکیلے میں بھی آدمی کو لایعنی طور پر بے لباس عریاں نہیں ہونا چاہیے۔

صحابی رسول حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: اعبد الله کأنك تراه

''اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔''

ایک بار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما طواف میں تھے، اور عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بھی۔ کہ اس دوران عروہ نے جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ان کی صاحبزادی کے متعلق نکاح کی بات کرنا چاہی۔ تو حضرت عبداللہ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ مدینہ منورہ واپس پہنچے تو دوران

(۱) اس ارشاد میں یہ تلقین عام ہی فرمائی گئی ہے۔ خواہ عبادت میں ہو یا نہ ہو۔

طواف میں جواب نہ دینے پر معذرت کی، اور کہا کہ بھئی! اس وقت جب تم نے بات کی تھی، ہم طواف کر رہے تھے، اور اس دوران میں تو ہم اپنے اللہ کو اپنے سامنے خیال کرتے ہیں۔ [بحوالہ ابونعیم وغیرہ]

رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی فان لم تکن تراه فانه یراك ''اگر تم پہلے والی کیفیت حاصل نہ کر سکو تو یہ ضرور ہو کہ خیال کرو کہ وہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔''

یہ جملہ گویا پہلے کی علت اور سبب ہے۔ بندے کو جب حکم دیا گیا کہ وہ اپنے اللہ کو اپنے تصور میں لائے، کہ دوران عبادت میں وہ اسے دیکھ رہا ہے، اور وہ اپنے بندے کے بہت زیادہ قریب ہے، اتنا قریب کہ بندہ اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ کیفیت نہ بن سکے تو اسے اپنے اس ایمان سے مدد لینی چاہیے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے، وہ اس کے ظاہر اور باطن سے آگاہ ہے۔ اور اس کی کوئی حالت اور کیفیت اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔

بندہ جب یہ مقام و مرتبہ حاصل کر لے گا تو اس طرح اس کے لیے پہلے مقام کا حصول بہت آسان ہوجائے گا کہ اس پر یہ کیفیت اور بصیرت طاری رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے بے انتہا قریب ہے، اس کی معیت میں ہے۔ یا کم از کم اسے دیکھ رہا ہے۔

اور کہا جاتا ہے کہ جس شخص کے لیے اس کیفیت میں عبادت کرنا مشکل ہو تو اسے یہ دوسری کیفیت ضرور ہی طاری کرنی چاہیے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے، اور اس کی طرف نظریں لگائے ہوئے ہے۔ تو اسے اس سے حیا کرنی چاہیے (کہ اس سے کوئی خلاف ادب بات یا فعل صادر ہو۔)

[جاری ہے]



اطلاع عام

دارالحدیث راجووال کے معاونین واحباب جماعت سے ادباً گزارش ہے کہ حسب ذیل پتہ پر جملہ مراسلات اور منی آرڈر وغیرہ ارسال فرمائیں۔ شکریہ!

منجانب: محمد یوسف مہتمم و بانی دارالحدیث راجووال

جملہ مراسلات و منی آرڈر کے لیے مستقل پتہ

پروفیسر عبید الرحمٰن محسن نائب مہتمم دارالحدیث راجووال اوکاڑہ

مولانا محمد اسماعیل ساجد کے خطباتِ جمعہ

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کے نائب مدیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ضلع راجن پور کے ناظم اعلیٰ، جناب مولانا محمد اسماعیل ساجد صاحب، درج ذیل پروگرام کے مطابق خطباتِ جمعہ دیں گے، ان شاءاللہ۔

① ...... شعبان کا آخری جمعہ (۲۱/ اگست): جامع مسجد اہل حدیث گوالمنڈی راولپنڈی

② ...... رمضان المبارک کا پہلا جمعہ (۲۸/ اگست): جامع مسجد اہل حدیث برتن بازار وزیرآباد۔

③ ...... رمضان المبارک کا دوسرا جمعہ: جامع مسجد اہل حدیث حاجی جمیل والی کوٹ مٹھن۔ [محمد یٰسین راہی مدیر ادارہ تبلیغ اسلام جام پور]



رمضان المبارک میں

مولانا محمد یٰسین راہی کے خطباتِ جمعۃ المبارک

ادارہ تبلیغ اسلام جام پور کے مدیر جناب مولانا محمد یٰسین راہی رمضان المبارک میں درج ذیل پروگرام کے مطابق خطباتِ جمعہ دیں گے۔ ان شاءاللہ

① ...... رمضان المبارک کا پہلا جمعہ: جامع مسجد ابوبکر اہل حدیث لودھراں

② ...... رمضان المبارک کا دوسرا جمعہ: جامع مسجد محمدی اہل حدیث سنت نگر لاہور

③ ...... رمضان المبارک کا تیسرا جمعہ: جامع مسجد رحمانی اہل حدیث چوک وسن پورہ لاہور

④ ...... رمضان المبارک کا چوتھا جمعہ: مرکز اہل حدیث جام پور

متعلقہ مساجد کے قرب وجوار میں رہنے والے احباب جماعت سے بھرپور شرکت کی درخواست ہے۔

منجانب: ابوبکر عثمان خدام ادارہ تبلیغ اسلام جام پور

ماہِ صیام

نفس کو مغلوب کرنے کا مہینہ آ گیا
روح کے جوہر نکھرنے کا مہینہ آ گیا

اہل ایماں کو کسی تکلیف کی پروا نہیں
صبر کی طاقت اُبھرنے کا مہینہ آ گیا

از سر نو پاک بازی کی فضا پیدا ہوئی
رات دن مولا سے ڈرنے کا مہینہ آ گیا

یہ مبارک وقت ہے اس کو غنیمت جان لو
نیک بن جاؤ سنورنے کا مہینہ آ گیا

دین کی برکت سے ہر مسجد کی رونق بڑھ گئی
جھولیاں رحمت سے بھرنے کا مہینہ آ گیا

تم بھی ہو جاؤ بلند اس پر عمل کرتے ہوئے
عرش سے قرآں اترنے کا مہینہ آ گیا

ناک کٹ جاتی ہے اُن کی جو نہ باطل سے بچیں
قولِ حق پر کان دھرنے کا مہینہ آ گیا

ساقی کوثرؐ کے ہاتھوں جام پینے کے لیے
پیاس کی شدت سے مرنے کا مہینہ آ گیا

فیض اس کے آخری عشرے میں ہو کر معتکف
سب علائق ترک کرنے کا مہینہ آ گیا

[جناب فیض لودھیانوی]